REGD No P 67
رجسٹرڈ نمبر پی ٦٧

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم
الیس اللہ بکاف عبدہ — لقد نصرکم اللہ ببدر وانتم اذلۃ

بدر

ہفت روزہ
قادیان

ایڈیٹر: محمد حفیظ بقاپوری

شرح چندہ سالانہ
چھ روپے
ششماہی
۵۰-۳ روپے
ممالک غیر
۵۰-۷ روپے
فی پرچہ ۱۲ نئے پیسے

جلد ۱۰ | ۷ رفتح ۱۳۴۰ ہش ۲۸ جمادی الثانی ۱۳۸۱ھ ۷ دسمبر ۱۹۶۱ء | نمبر ۴۹

اخبار احمدیہ

ربوہ ۲ دسمبر بوقت ۹ بجے صبح سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صحت کے متعلق اخبار الفضل میں شائع شدہ آج کی رپورٹ مظہر ہے کہ

رات بے چینی رہی نیند ٹھیک طرح نہیں آئی اس وقت طبیعت بہتر ہے کل حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بعد نماز عصر سیر کی غرض سے باغ میں تشریف لے گئے۔

احباب جماعت خاص توجہ اور التزام سے دعائیں کرتے رہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے حضور کو صحت کاملہ و عاجلہ عطا فرمائے۔ آمین۔

قادیان ۵ دسمبر قادیان میں جلسہ سالانہ کیلئے ضروری انتظامات عمل میں لائے جا رہے ہیں اخبار الفضل میں شائع شدہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب مدظلہ العالی کے ایک اعلان سے معلوم ہوا ہے کہ جلسہ سالانہ کے موقع پر آنے والے پاکستانی زائرین کا قافلہ مورخہ ۱۴ دسمبر کو لاہور سے چل کر ۱۵ دسمبر صبح کو قادیان پہنچے گا دعا ہے کہ جلسہ میں شمولیت کی غرض سے آنے والے سب احباب کو اللہ تعالیٰ خیریت سے لائے اور بسلامت اُن کے گھروں تک واپس پہنچائے۔ آمین۔

قادیان ۵ دسمبر محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب مع اہل و عیال بفضلہ تعالیٰ خیریت سے ہیں۔ الحمدللہ۔

سکھ کلچرل ایسوسی ایشن جموں کے جلسہ میں احمدی نمائندہ کی کامیاب تقریر

شری گورو نانک دیو جی کی سیرت و تعلیم کا تذکرہ

(مرتبہ مکرم بابو محمد یوسف صاحب پراونشل امیر جماعت ہائے احمدیہ جموں):

سکھ کلچرل ایسوسی ایشن جموں کی طرف سے نظارت دعوت و تبلیغ قادیان سے درخواست کی گئی۔ کہ قادیان سے ایک عالم لیکچرار کو بھیجا جائے جو ۲۶ نومبر کو گورپرب کے جلسہ میں گورونانک دیو جی کے عملی جیون پر روشنی ڈال سکے۔ چنانچہ نظارت نے مکرم گیانی عبداللطیف صاحب کو اس غرض کے لئے بھیجا۔

۲۶ نومبر کو باوجود موسم خوشگوار نہ ہونے کے زنانہ پارک جھنڈیوں۔ قمقموں۔ شامیانوں۔ کناتوں اور پھولوں وغیرہ سے بقعۂ نور بنا ہوا تھا۔

جلسہ میں تقریباً پانچصد معززین براجمان تھے۔ جن میں خاص طور پر قابل ذکر پردھان جناب سردار سروت سنگھ صاحب ملک سابق سفیر فرانس تھے۔ اور صاحب موصوف کے ساتھ شری شام لال صاحب صراف منسٹر آف سٹیٹ فار انڈسٹریز اور سردار ہربنس سنگھ صاحب آزاد ممبر لیجسلیٹو اسمبلی تشریف فرما تھے۔ سکھ کلچرل ایسوسی ایشن کے سیکرٹری مکرم سردار اوتار سنگھ صاحب ایڈووکیٹ کے علاوہ گزیٹڈ آفیسر۔ وکلاء۔ ڈاکٹر۔ ایم۔ ایل۔ اے صاحبان۔ نامور تاجر اور شہر کے معززین بھی تشریف لائے ہوئے تھے۔

مکرم گیانی عبداللطیف صاحب کی تقریر شروع ہونے سے پیشتر مکرم سردار اپتاب سنگھ صاحب ٹھیکیدار سٹیج سیکرٹری نے اعلان فرمایا کہ گیانی عبداللطیف صاحب قادیان سے تشریف لائے ہیں۔ قادیان جماعت احمدیہ کا مرکز ہے۔ یہ جماعت صلح کل۔ امن کی حامی۔ اور رواداری کی تعلیم دینے والی ہے۔ اور نیز وہ بزرگوں کی تعلیم سے اچھی اچھی باتوں کو محسوس کرتی ہے۔ محترم گیانی صاحب کی تقریر جو ٹھیٹھ پنجابی میں تھی۔ بفضلہ کامیاب رہی۔ جملہ سامعین نے اسے بہت پسند فرمایا۔ کئی دوستوں نے علیحدگی میں مجھ سے تقریر پر خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ فی الواقع احمدیہ جماعت اسلام کی خدمت کرنے والی جماعت ہے

جلسہ برخواست ہونے پر تقریباً دو صد ٹریکٹ ہندی۔ گورمکھی۔ اردو اور انگریزی کے تقسیم کئے۔ معززین نے ہمارا لٹریچر بڑے شوق سے لیا۔ جناب پردھان صاحب کو جو نوبل کا ایک نسخہ اور مکرم شری پنڈت شام لال صاحب صراف آنریبل منسٹر کو کتاب The Holy Prophet Mohammad دی گئی۔ آپ نے خندہ پیشانی سے لیتے ہوئے فرمایا کہ مجھے اس کی ضرورت تھی۔

مکرم گیانی صاحب کی تقریر

مکرم گیانی عبداللطیف صاحب نے اپنی تقریر کا آغاز ان الفاظ سے کیا کہ شری گورو نانک دیو جی مہاراج نے جو ہمیں پیغام دیا ہے وہ پیغام ہے امن شانتی اور آشتی کو قائم کرنے کا۔ وہ پیغام ہے ایکتا۔ محبت۔ پیار اور اتحاد کی بنیادوں کو مضبوط کرنے کا۔ وہ پیغام ہے اپنی زندگی [illegible] انقلاب پیدا کرنے [illegible] کرنا [illegible]

پیغام ہے اپنی زندگیوں کو عملی رنگ میں ڈھالنے کا۔ وہ پیغام ہے خدا سے محبت کرنے کا۔ وہ پیغام ہے خدا کی مخلوق کے لئے اپنے سینوں میں ہمدردی اور پیار کے جذبات پیدا کرنے کا۔

آج ہم اس جہان روحانی شخصیت کا دن منا رہے ہیں۔ جس نے بتایا کہ وہ خدا بہت بڑی طاقتوں اور قوتوں والا خدا ہے۔ وہ ان قوموں کو اور ان انسانوں کو جن کو ہم حقارت کی نگاہ سے دیکھتے اور ان سے نفرت ادا کرتے ہیں۔ بڑی بڑی عظمتیں اور سنسکار دینے کی طاقت رکھتا ہے۔ آپ جی وا کھتی ہے کیڑا انقلاب دسے پاتساہی سکر کرے سواہ

شری گورو نانک دیو جی مہاراج نے دوبارہ انسان کو خدا کی وحدانیت اور توحید کا سبق دیا۔ کیونکہ توحید کے بغیر انسانی دلوں میں یکجہتی۔ پیار۔ اور محبت کا پیدا ہونا ممکن نہیں۔ اسی لئے قرآن پاک میں کہا گیا ہے کہ اگر دنیا کے زیادہ خدا ہوتے تو فسادوں اور جھگڑوں کا اکھاڑہ بنا رہتی۔ اور انسان کو امن اور چین کا سانس نہ ملتا۔ شری گورو نانک دیو جی نے توحید کا پیغام یاد دلا کر ہمیں اتحاد اور یکجہتی کی طرف توجہ دلائی۔ آپ کا فرمان ہے۔

دوجا کاہے سمریئے جو جمے تے مرجائے
ایکو سمرو نانکا جو جل تھل رہیا سمائے

پھر آپ جی نے ہمارے ایسے خدا کی طرف رہنمائی کی کہ جو تمام بنی نوع انسان سے تعلق رکھنے والا سب قوموں کی روحانی و جسمانی پرورش کرنے والا۔ تمام کا داتا اور سب سے محبت کرنے والا ہے۔ آپ فرماتے ہیں

گورا اک دیہہ بجھائی
سبھناں جیاں کا اکو داتا
سو میں وسر نہ جائی

مذہب اسلام نے بھی خدا کے بارے میں رب العالمین کے تصور کو انسانوں کے سامنے رکھا ہے کہ وہ خدا جس کو قرآن پیش کرتا ہے۔ وہ سب کی ربوبیت کرنے والا ہے ایسے خدا کو مان کر آج مسلمان تمام بنی نوع انسان سے محبت کرنا اپنا مذہبی فرض خیال کرتا ہے۔ اور تمام مذہبی اور غیر مذہبی انسانوں سے ہمدردی کرنے میں راحت پاتا ہے۔

پھر ہر ایک مسلمان تمام روحانی پیشواؤں اور روحانی ریفارمروں کی عزت اور احترام کرنے میں خوشی محسوس کرتا ہے۔ کیونکہ اسے یہ تعلیم دی (باقی صلا پر)

قادیان میں جماعت احمدیہ کا جلسہ سالانہ

بتاریخ ۱۶ر، ۱۷ر، ۱۸ر دسمبر ۱۹۶۱ء کو منعقد ہوگا

احباب جماعت کی آگاہی کے لئے اعلان کیا جاتا ہے کہ قادیان میں جماعت احمدیہ کا جلسہ سالانہ امسال بھی ۱۶-۱۷-۱۸ دسمبر ۱۹۶۱ء کی تاریخوں میں منعقد ہوگا۔ جملہ امراء صاحبان۔ مبلغین کرام اس روحانی اجتماع میں شمولیت کے لئے احباب جماعت اور زیر تبلیغ دوستوں میں تحریک فرمائیں کہ وہ زیادہ سے زیادہ تعداد میں قادیان تشریف لاکر اس روحانی اجتماع کی عظیم الشان برکات سے مستفید ہوں۔

ناظر دعوت و تبلیغ قادیان

مکرم صلاح الدین ایم۔ اے پرنٹر و پبلشر نے راما آرٹ پریس امرتسر میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا۔ پروپرائٹر صدر انجمن احمدیہ قادیان

احبابِ جماعت کے نام

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کا تازہ پیغام

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ
بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۔ نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ
وَعَلٰی عَبْدِہِ الْمَسِیْحِ الْمَوْعُوْد

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ
ھُوَ النَّاصِرُ

برادران! اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

۱ اپنے روحانی مرکز سے جدا ہوئے اتنی دیر ہوگئی ہے کہ اب طبیعت بہت گھبراتی ہے مگر ہم خدا تعالیٰ کے وعدوں پر یقین رکھتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے ایک دن ہمیں اپنا روحانی مرکز دلوا دینے گا مگر ہمیں خود بھی جدوجہد کرنی چاہیئے اور اللہ تعالیٰ کے وعدوں کو پورا کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ دنیا کفر کے اندھیروں میں پڑی ہوئی ہے اور ہمیں خدا کا نور ملا ہے ہماری کوشش ہونی چاہیئے کہ دنیا کو خدا کے نور کی طرف لائیں اور جو خدا نے ہم کو دیا ہے اسے دنیا تک پہنچائیں دنیا خدا سے دور ہوتی جا رہی ہے اور پکار پکار کر کہہ رہی ہے کہ میری مدد کے لئے آؤ اب یہ ہمارا فرض ہے کہ خدا تعالیٰ کے اچھے خادموں کی طرح اس کی آواز کو سنیں اور اس تک خدا کا پیغام پہنچائیں۔

سو آگے آؤ اور لوگوں کو دین کی طرف لاؤ کہ اس سے بہتر موقعہ پھر کبھی نہیں ملے گا مسیح نے جو تعلیم دی تھی اسلام کی تعلیم کے آگے عشر عشیر بھی نہ تھی مگر عیسائیوں نے اپنی جدوجہد سے اسے دنیا میں پھیلا دیا۔ اگر ہم اس سے ہزارواں حصہ بھی کوشش کریں تو دنیا کے چپہ چپہ پر اسلام کا چشمہ پھوٹ پڑے اور الست بربکم کے مقابلہ میں بلیٰ کی آوازیں آنے لگیں۔ سو اٹھو اور کمر ہمت کس لو۔ عیسائی جھوٹ کے لئے اتنا زور لگا رہے کیا تم سچائی کے لئے زور نہیں لگا سکتے؟ خدا تعالیٰ اپنی نصرت کے سامان پیدا کر رہا ہے۔ ضرورت یہ ہے کہ تم بھی سچے خادموں کی طرح آگے آؤ اور اپنے ایمان کو عمل سے ثابت کرو۔ دنیا ہزاروں سال سے پیاسی بیٹھی ہے۔ اور اس کے پیاس بجھانے والے چشمہ کی نگرانی تمہارے سپرد ہے کیا تم آگے نہیں بڑھو گے اور دنیا کی پیاس نہیں بجھاؤ گے؟ اٹھو اور آگے آؤ اور خدا تعالیٰ کے ثواب کے مستحق بنو۔ دنیا میں پھیل جاؤ اور اسلام کی تعلیم کو دنیا کے گوشہ گوشہ میں پھیلا دو۔ خدا تعالیٰ تمہاری مدد کرے اور دنیا کی آنکھیں کھولے اور انہیں اسلام کی طرف لائے۔ اسلام ہی سارے نوروں کا جامع اور ساری صداقتوں کا سرچشمہ ہے۔ اس سرچشمہ کے پاس خاموش نہ بیٹھو بلکہ دنیا میں اس کا پانی تقسیم کرو جس کے پاس چھوٹی سی چیز بھی ہوتی ہے وہ اسے دنیا کو دکھاتا پھرتا ہے۔ تمہارے پاس تو ایک خزانہ ہے۔ ایک بڑھیا کے متعلق مشہور ہے کہ اس کے پاس ایک انگوٹھی تھی اسے لیکر کھڑی ہو جاتی اور ہر ایک کو دکھاتی۔ تمہارے پاس تو خدا کا نور ہے تم کیوں نہیں آتے سارے دنیا کو دکھاتے اور دنیا کے سامنے پیش کرتے۔ جاؤ اور دنیا کو اسلام کی طرف پھیر کے لاؤ۔ اور اسلام کی صداقت کو دنیا پر ظاہر کرو۔ خدا تمہاری مدد کرنے اور ہر میدان میں تمہیں فتح دے۔ اگر تم خدا کے لئے نکلو گے تو وہ ضرور تمہاری مدد کرے گا اور تمہیں دنیا کا بادشاہ اور امام بنا دے گا۔ یہ خدا کا کام ہے کیسے ہو سکتا ہے کہ تم خدا کے کمزور بندے ہو کر اس کا کام کرو اور وہ قادر مطلق ہو کر اپنا کام نہ کرے۔ پس خدا کا نام لے کر کھڑے ہو جاؤ اور دنیا کو خدا کے نور سے منور کر دو۔ یقیناً وہ تمہاری مدد کرے گا اور دنیا کو تمہارے قدموں میں لا کر ڈال دے گا۔ تم تو مفت کا ثواب کماؤ گے اور کام سارا خدا کرے گا۔

صرف اتنی ضرورت ہے کہ ایک دفعہ ہمت کر کے کھڑے ہو جاؤ اور اپنے سچے غلام ہونے کا ثبوت دو۔ خدا تمہارے ساتھ ہو اور تمہیں خدمتِ اسلام کی توفیق دے۔

میں تو بیمار ہوں دعا ہی کر سکتا ہوں۔ دنیا سچائی کی پیاسی ہے تم اگر جاؤ گے تو یقیناً کامیاب ہو جاؤ گے۔ ایک پیاسے کو اگر کوئی پانی کا پیالہ دے تو کس طرح ہو سکتا ہے کہ وہ اس کو رد کر دے۔ پس اپنے بھائیوں کی پیاس بجھانے کے لئے تیار ہو جاؤ۔ تمہارا کچھ نہیں بگڑتا ان کو سب کچھ مل جاتا ہے خدا تمہارے ساتھ ہو اور تمہیں نیکی کی توفیق دے اور ہم ایک دن دیکھ لیں کہ ساری دنیا میں خدا تعالیٰ کا نور پھیل گیا ہے۔

مجھے اپنی جوانی میں ایک دفعہ ایک پادری سے تثلیث کے متعلق بات کرنے کا موقعہ ملا۔ میں نے اسے کہا کہ آپ کی میز پر یہ پنسل پڑی ہے۔ اگر میں آپ کو اسے اٹھانے کو کہوں اور آپ اپنے نوکر کو آوازیں دینے لگ لگ جائیں کہ آؤ ہم مل کر یہ پنسل اٹھائیں۔ اس نے کہا ہم پاگل تھوڑی ہیں میں نے کہا لیکن آپ کی جو باتیں ہیں ان سے پتہ لگتا ہے کہ پاگل ہیں جو کام خدا اکیلا کر سکتا ہے اس کے لئے تین خداؤں کی کیا ضرورت ہے۔ وہ اکیلا سارا کام کرے گا۔

تمہاری تکلیف بہت چھوٹی ہے خدا کا انعام بہت بڑا ہے۔ تم تو اپنے رشتہ داروں اور عزیزوں کو تھوڑے دنوں کے لئے چھوڑو گے مگر خدا تمہیں دائمی جنت دے گا۔ پس اٹھو اور ہمت کرو خدا تمہارے ساتھ ہو اور دنیا کے ہر میدان میں تمہیں فتح دے۔ آمین ثم آمین۔

بکوشید اے جواناں تا بدیں قوت شود پیدا
بہار و رونق اندر روضۂ ملت شود پیدا

خاکسار: مرزا محمود احمد ۲۸/۱۱/۶۱

اللہ تعالیٰ کا اپنے پیارے بندوں سے سلوک اور ان کے مخالفین کا رویہ

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی بیماری اور غیر مبایعین کے اعتراضات

آیت وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَیْنَا سے صریح غلط استدلال کا واضح جواب

خدایا تیرے فضلوں کو کروں یاد ٭ بشارت تُو نے دی اور پھر یہ اولاد
کہا ہرگز نہیں ہوں گے یہ برباد ٭ بڑھیں گے جیسے باغوں میں ہوں شمشاد
(حضرت مسیح موعودؑ)

از محترم مولانا ابو العطاء صاحب فاضل

انبیاء و خلفاء کا مشن

اللہ تعالیٰ نے تخلیق کائنات کا مقصد اپنی صفات کا اظہار قرار دیا ہے۔ اس مقصد کے پورا کرنے کے لئے اس نے سلسلہ نبوت کو قائم فرمایا ہے۔ جملہ انبیاء ایک ہی پیغام لے کر آتے رہے کہ سب انسان خدائے واحد کی عبادت کریں۔ شرک اور غیر اللہ کی عبادت سے اجتناب اختیار کریں۔ فرمایا

ولقد بعثنا فی کل امۃ
رسولاً ان اعبدوا اللہ
واجتنبوا الطاغوت (النحل ع)

ہم نے ہر امت میں رسول بھیجا جس کا پیغام یہ (ہی) تھا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور شرک بت پرستی سے اجتناب کرو۔

انبیاء علیہم السلام انسان ہوتے ہیں ان کی رسالت کے ساتھ ساتھ ان کی بشریت اور اس کے عوارض بھی ان کے شامل حال ہوتے ہیں۔ وہ پیدا ہوتے اور اپنا فریضہ ادا کرنے کے بعد اس جہان سے رحلت کر جاتے ہیں مگر ان کا مشن اُن کے بعد کے زمانوں کے لئے بھی ہوتا ہے وہ اپنی محدود جسمانی زندگی میں ظاہری طور پر اپنے مقصد کو پورے طور پر سر انجام نہیں دے پاتے اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت کاملہ سے یہ انتظام فرمایا ہے کہ انبیاء کے بعد سلسلہ خلافت جاری ہوتا ہے۔ نبی کی وفات کے بعد اس کی جماعت کے افراد بحیثیت مجموعی اور منتخب خلیفہ بحیثیت انفرادی پورے طور پر اس امانت کے حامل ہوتے ہیں جو نبی کے بعد ان کے سپرد ہوتی ہے اور وہ امانت توحید کا قیام اور اللہ تعالیٰ کی صفات کا مظہر بننا ہے۔ اس مقصد کی تکمیل کے لئے آسمانی نشانات ظاہر ہوتے ہیں۔ عقلی دلائل اور براہین پیش کئے جاتے ہیں۔ اور نیک و پاک نمونہ دکھایا جاتا ہے۔ نوع انسان ایک باغ ہے اللہ تعالیٰ اس باغ کا مالک ہے۔ انبیاء اس باغ کے باغبان ہوتے ہیں۔ جو انسان نبیوں کی دعوت پر لبیک کہتے ہیں وہ روحانی باغ کے چنیدہ پودے بن جاتے ہیں جو اپنی قوت قدسیہ اور اپنے پاک نمونہ سے اپنے اتباع کی تربیت اور تزکیۂ نفوس کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی محبت اور عشق کا زندۂ جاوید شعلہ ہوتا ہے جس سے مومنوں کے دلوں میں بھی اللہ تعالیٰ کی محبت کی چنگاری شعلہ زن ہو جاتی ہے۔ ان روحانی پودوں کو پھلدار بننے تک مختلف مراحل میں سے گذرنا پڑتا ہے۔ اور اس چنگاری کو عشق کی بھٹی بننے کے لئے کئی دور عبور کرنے پڑتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا نبیوں اور ان کی جماعتوں سے سلوک

اللہ تعالیٰ کے نزدیک باغ روحانیت کے یہ شاداب پودے اور ان کے باغبان بہت پیارے ہوتے ہیں۔ وہ ان پر اپنی خوشنودی کی چادر ڈالتا ہے اور ان سے محبت کا خاص سلوک کرتا ہے اور ان میں سے ہر ایک کے رتبہ اور مقام کے لحاظ سے اس کے لئے نشان ظاہر کرتا ہے تا دنیا کو معلوم ہو کہ یہ اللہ تعالیٰ کے خاص بندے ہیں اور ان کی مخالفت اور تباہی کی کوششیں خدا کی ناراضگی کا موجب ہیں اس پہلو کو ظاہر کرنے کے لئے نبی اپنے مخالفین کو للکار کر کہتا ہے ؎

اے آنکہ سوئے من بدویدی بصد تبر
از باغباں بترس کہ من شاخ مثمرم

سلسلۂ نبوت کی تاریخ بتاتی ہے کہ ہمیشہ سے ہر زمانہ اور ہر ملک میں نبیوں کے دشمن ان کے اور ان کی جماعتوں کے مقابلہ میں ناکام و نامراد ہوتے ہیں۔ نبی اور اس کے متبعین غالب آتے اور ان کے معاند مغلوب ہوئے۔ یہ ایک ایسی تاریخی صداقت ہے جسے کسی زمانہ میں بھی جھٹلایا نہیں جا سکا اللہ تعالیٰ کا نبیوں اور ان کی جماعتوں سے یہ سلوک ایک ایسا درخشندہ برہان ہے۔ ایک ایسی روشن دلیل ہے۔ جس کو کوئی انصاف پسند انسان رد نہیں کر سکتا۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ گویا نبیوں کی تائید میں خدا تعالیٰ کا زبردست ہاتھ کام کر رہا ہے زمین و آسمان میں تغیرات کئے جاتے ہیں۔ ہزاروں اَن ہونی باتوں کو ممکن الوقوع بنایا جاتا ہے۔ اور یوں دکھائی دیتا ہے کہ نبیوں کے کمزور ساتھیوں میں غیر معمولی قوت پیدا کر دی گئی ہے۔ یہ بے سروسامان ہوتے ہوئے اپنے دشمنوں پر غالب آ جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے قول و عمل میں ایسی برکت بخشتا ہے کہ دیکھنے والے دنگ رہ جاتے ہیں۔ دلوں کی زمین ان کے لئے فتح ہوتی جاتی ہے۔ اور خدائی نصرت ہر لمحہ ان کے شامل حال رہتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ غیر معمولی سلوک ہر کھلی آنکھ دیکھتی ہے۔ ہر محسوس کرنے والا دل محسوس کرتا ہے۔ زبانیں بے ساختہ پکار اٹھتی ہیں ؎

کبھی نصرت نہیں ملتی در مولیٰ سے گندوں کو
کبھی ضائع نہیں کرتا وہ اپنے نیک بندوں کو

سلوک کا دوسرا پہلو

اللہ تعالیٰ کے نبیوں اور ان کے پیروؤں سے سلوک کا یہ ایک پہلو ہے جو دشمنوں کے مقابلہ میں ہے اور اٹل اور دائمی ہے جس میں کبھی تخلف نہیں ہوتا۔ ایسا نوشتہ ہے جو کبھی بدل نہیں سکتا۔ مگر سلوک کا ایک دوسرا پہلو بھی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ ان کا دوست ہوتا ہے۔ اور وہ اس کے دوست ہوتے ہیں۔ اور دوستی کا تقاضا ہے کہ ہر دوست دوسرے کی بات بھی گاہے گاہے مانے۔ اور کبھی ایک دوسرے کی خاطر اپنی مرضی کو بھی چھوڑ دے۔ اللہ تعالیٰ اپنے پیارے بندوں سے جن میں انبیاء، خلفاء، اولیاء، اور سب صلحاء شامل ہیں دوستوں کا سا سلوک کرتا ہے۔ جہاں تک دشمنوں کے مقابلہ کا سوال ہے۔ وہ اپنے پیارے بندوں کو ضرور غلبہ دیتا ہے اور ان کی تائید میں نمایاں نشانات ظاہر کرتا ہے اور کبھی کبھی عام قوانین قدرت کو ان کی خاطر تبدیل بھی کر دیتا ہے۔ مگر جہاں دوستی کا دوسرا پہلو ہے۔ وہ اپنے پیارے بندوں سے اپنی مرضی بھی منواتا ہے اور انہیں ابتلاؤں کی بھٹی میں ڈال کر صابر و شاکر رہنے کی تلقین کرتا ہے۔ پھر وہ نیک بندے بھی ایسے عاشق ہوتے ہیں کہ ہر وقت

ہر چہ از دوست میرسد نیکو است

کا نعرہ لگاتے اور اس کی تقدیر پر خوش و خرم رہتے ہیں۔ صبر اور شکر کے اعلےٰ اخلاق کے ذریعہ اپنی محبت اور اپنے عشق کو اور بھی استوار کرتے ہیں۔ قرآن مجید نے اس دوسرے مضمون کو کس لطیف انداز میں بیان فرمایا۔ جب اس نے ایک طرف دعا کرنے کا حکم دیا اور اعلان کیا کہ اللہ تعالیٰ دعائیں سنتا ہے اور دوسری طرف فرمایا کہ

ولنبلونکم بشیء من
الخوف والجوع ونقص
من الاموال والانفس
والثمرات وبشر الصابرین
(البقرہ ۱۵۵)

یعنی اے ہمارے عاشقو! ہم تمہاری استعدادوں کو کمال تک پہنچانے کے لئے تمہیں مختلف ابتلاؤں میں ضرور ڈالیں گے۔ کچھ خوف و سیلاب سے کبھی تمہیں بھوک کے ذریعہ آزمائیں گے۔

اور کبھی مالوں، جانوں، اور اولاد کے ضیاع اور مساعی کی ناکامی کے ذریعہ تمہارا امتحان لیں گے۔ ہاں ان تمام مواقع پر صبر کرنے والوں کے لئے بشارت دی جائے گی۔

ابتلاؤں کے تین بنیادی فائدے

اللہ تعالیٰ کا اپنے پیارے بندوں سے یہ سلوک نادانوں کی نظر میں قابل اعتراض ہوتو ہو۔ مگر عشق و محبت کی چاشنی رکھنے والے تو اس سے مزہ لیتے ہیں۔ یہ سلوک اور پھر اس کے باوجود اہل ایمان کا والہانہ ایثار اور ان کی فدائیت حساس دل پر گہرا اثر کرتی ہے۔ کیسا شاندار دو گونہ امتزاج ہے۔ کہ ہمارا آسمانی آقا دشمنوں کے مقابلہ میں ان کمزوروں کو وہ نصرت دیتا ہے کہ بیگانے بھی حیران و ششدر ہوتے ہیں مگر اپنی محبت کی چنگاری کو زیادہ روشن کرنے کے لئے ان پر ابتلاؤں کے پہاڑ بھی گرا دیتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس صورتِ حال میں بہت عظیم حکمتیں ہیں۔ ایک تو ان آفات اور بلاؤں سے مومنوں کے بلند اخلاق صبر، عفو، استقامت، وغیرہ دنیا کے سامنے امتحان کی کسوٹی پر پرکھے جاتے ہیں ان کی روحانی قوتیں اپنے کمال کو پہونچتی ہیں دوسرے ان کی عاجزی اور کمزوری کے ظاہر ہونے سے اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کے صاحب اقتدار ہونے کا ناقابل انکار اعلان ہو جاتا ہے۔ پھر ایک تیسرا فائدہ ان امتحانوں کا یہ بھی ہوتا ہے کہ اہل ایمان کے لئے بلند درجات کا حق پیدا ہو جاتا ہے کیونکہ خاص تکلیف سے انہیں غیر معمولی روحانی ترقی نصیب ہوتی ہے۔

قرآن مجید اور حدیث نبویہ پر غور کرنے سے ابتلاؤں کے یہ تین بنیادی فائدے معلوم ہوتے ہیں جن کی تفصیل بہت طویل ہے۔

ابتلاؤں کے بعد نصرت الٰہی

اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اپنی سنت مستمرہ سے آگاہ کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ ابتلاؤں کے بعد نصرت آئے گی۔ فرمایا۔

ام حسبتم ان تدخلوا الجنۃ ولما یاتکم مثل الذین خلوا من قبلکم مستھم البأساء والضراء وزلزلوا حتی یقول الرسول والذین اٰمنوا معہ متی نصر اللہ الا ان نصر اللہ قریب۔

(بقرہ ع ۲۶)

یعنی کیا تم نے گمان کر لیا کہ تم یونہی منہ سے دعویٰ ایمان کر کے جنت میں داخل ہو جاؤ گے اور ہماری محبت کو پا لوگے۔ حالانکہ ہنوز تم پر وہ حالات نہیں گزرے جو تم سے پہلے لوگوں پر گزرتے رہے ہیں انہیں سختیوں اور تنگیوں سے پالا پڑا۔ وہ بیماریوں اور دکھوں سے آزمائے گئے۔ ان پر زلزلے آتے رہے۔ یہاں تک کہ رسول اور اس کے ساتھ والے مومن پکار اُٹھے کہ خدا کی نصرت کب آئے گی؟ تب فرمایا کہ خبردار! اللہ تعالیٰ کی نصرت بالکل دروازے پر ہے۔"

یہ الٰہی نصرت ابتلاؤں کے دور کے بعد آتی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی جماعت کو خطاب کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:۔

"یہ مت خیال کرو کہ خدا تمہیں ضائع کر دے گا۔ تم خدا کے ہاتھ کا ایک بیج ہو جو زمین میں بویا گیا۔ خدا فرماتا ہے کہ یہ بیج بڑھے گا اور پھولے گا اور ہر طرف سے اس کی شاخیں نکلیں گی۔ اور ایک بڑا تناور درخت ہو جائے گا پس مبارک وہ جو خدا کی بات پر ایمان رکھے اور درمیان میں آنے والے ابتلاؤں سے نہ ڈرے کیونکہ ابتلاؤں کا آنا بھی ضروری ہے تا خدا تمہاری آزمائش کرے کہ کون اپنے دعویٰ بیعت میں صادق اور کون کاذب ہے وہ جو کسی ابتلاء سے لغزش کھائے گا وہ کچھ بھی خدا کا نقصان نہیں کرے گا۔ اور بدبختی اس کو جہنم تک پہنچائے گی۔ اگر وہ پیدا نہ ہوتا تو اس کے لئے اچھا تھا۔ مگر وہ سب لوگ جو اخیر تک صبر کریں گے اور ان پر مصائب کے زلزلے آئیں گے اور حوادث کی آندھیاں چلیں گی۔ اور قومیں ہنسی اور ٹھٹھا کریں گی۔ اور دنیا ان سے سخت کراہت کے ساتھ پیش آئے گی وہ آخر فتحیاب ہوں گے۔ اور برکتوں کے دروازے ان پر کھولے جائیں گے۔"

(الوصیت صفحہ ۱۰)

جناب محمد علی صاحب ایم۔ اے نے بھی لکھا ہے:۔

"اللہ کی نصرت اسی کا نام ہے جب اسباب سے مایوسی ہو جائے اور چاروں طرف ناکامی ہی ناکامی نظر آئے اور دشمن کا غلبہ بڑھتا چلا جائے۔ یہاں تک کہ وہ مومن جو اللہ تعالیٰ کے وعدوں کی صداقت پر ایمان رکھتے ہیں بول اُٹھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی نصرت کب آئے گی؟ تب نصرتِ الٰہی آتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اپنی جناب سے کوئی ایسے سامان پیدا کر دیتا ہے کہ دنیا حیران رہ جاتی ہے اور جو بات آن ہونی معلوم ہوتی تھی وہ ہو جاتی ہے"۔

(بیان القرآن جلد ۱ صفحہ ۱۸۶)

ابتلاؤں میں ایک اور عظیم راز

اللہ تعالیٰ کے ان پرحکمت طریق میں کہ وہ اپنے محبوب بندوں کو مختلف ابتلاؤں میں مبتلا کرتا ہے ایک اور عظیم الشان راز بھی ہے۔ اور یہ راز درحقیقت اللہ تعالیٰ کی اس محبت پر دلیل ہے جو اسے ان محبوب بندوں سے ہوتی ہے۔ وہ ان اولیاء اور صلحاء کو اغیار کی نظروں میں سے مخفی رکھنا چاہتا ہے۔ اس لئے انہیں ایسے حالات میں سے گزارتا ہے جن میں دوسرے فوائد کے علاوہ یہ فائدہ بھی حاصل ہو جاتا ہے۔ کہ خدا کے یہ برگزیدہ بندے غیروں کی نظروں سے مستور ہو جاتے ہیں اور غیر اپنی شامت اعمال کے باعث انہیں اپنے اعتراضات کا نشانہ بنا لیتے ہیں اور راندۂ درگاہ بن جاتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس لطیف راز کو یوں بیان فرماتے ہیں:۔

(الف) "چونکہ خدا کی غیرت عام طور پر اپنے بندوں کو انگشت نما نہیں کرنا چاہتی۔ اس لئے جب سے کہ دنیا پیدا ہوئی ہے۔ خدا اپنے خاص اور پیارے بندوں کو بیگانہ آدمیوں کی نظر سے کسی نہ کسی ظاہری اعتراض کے نیچے لا کر محجوب اور مستور کر دیتا ہے تا اجنبی لوگوں کی ان پر نظر نہ پڑ سکے۔ اور تا وہ خدا کی غیرت کی چادر کے نیچے پوشیدہ رہیں یہی وجہ ہے کہ سیدنا و مولانا حضرت محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسے کامل انسان پر جو سراسر نور مجسم ہیں اندھے پادریوں اور نادان فلسفیوں اور جاہل آریوں نے اس قدر اعتراض کئے ہیں کہ اگر وہ سب اکٹھے کئے جائیں تو تین ہزار سے بھی کچھ زیادہ ہیں۔ پھر کسی دوسرے کو کب امید ہے کہ مخالفوں کے اعتراض سے بچ سکے۔ اگر خدا چاہتا تو ایسا ظہور میں نہ آتا مگر خدا نے یہی چاہا کہ اس کے خاص بندے دنیا کے فرزندوں کے ہاتھوں سے دکھ دیئے جائیں اور ستائے جائیں اور ان کے حق میں طرح طرح کی باتیں کہی جائیں"۔

(چشمۂ معرفت صفحہ ۳۲۱)

پھر فرماتے ہیں:۔

"اس اندھی دنیا میں جس قدر خدا کے ماموروں اور نبیوں اور رسولوں کی نسبت نکتہ چینیاں ہوتی ہیں۔ اور جس قدر ان کی شان اور اعمال کی نسبت اعتراض ہوتے ہیں اور بدگمانیاں ہوتی ہیں اور طرح طرح کی باتیں کی جاتی ہیں وہ دنیا میں کسی کی نسبت نہیں ہوتیں۔ اور خدا نے ایسا ہی ارادہ کیا ہے۔ تا ان کو بدبخت لوگوں کی نظر سے مخفی رکھے اور وہ ان کی نظر سے مخفی رکھے

اور وہ ان کی نظر میں جائے اعتراض ٹھہر جائیں۔ کیونکہ وہ ایک دولت عظمیٰ ہیں۔ اور دولت عظمیٰ کو نا اہلوں سے پوشیدہ رکھنا بہتر ہے . . . . چونکہ تمام تہمتوں کا معقول طور پر جواب دینا ایک نظری امر تھا اور نظری امور کا فیصلہ مشکل ہوتا ہے اور تاریک طبع لوگ اس سے تسلی نہیں پکڑتے۔ اس لئے خدا تعالیٰ نے نظری راہ کو اختیار نہیں کیا۔ اور نشانوں کی راہ اختیار کی۔ اور اپنے نبیوں کی بریت کے لئے اپنے تائیدی نشانوں اور عظیم الشان نصرتوں کو کافی سمجھا کیونکہ ہر ایک غبی اور پلید بھی بآسانی سمجھ سکتا ہے کہ اگر نعوذ باللہ ایسے ہی نفسانی آدمی اور مفتری اور ناپاک طبع ہوتے تو ممکن نہ تھا کہ ان کی نصرت کے لئے ایسے بڑے بڑے نشان دکھلائے جاتے"۔

(براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۳)

انبیاء اور اولیاء پر ابتلاؤں کی کیفیت

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ان عبارتوں سے بالبداہت ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے نا اہلوں سے مخفی رکھے جاتے ہیں۔ اور گندہ فطرت لوگ ان پر قسم قسم کے ناپاک اعتراض کرتے رہتے ہیں۔ ان سب باتوں کا جواب خدا تعالیٰ کی طرف سے وہ عظیم الشان نصرتیں ہوتی ہیں جو مقربان بارگاہ ایزدی کے شامل حال ہوتی ہیں۔ بہر حال انبیاء خلفاء اور اولیاء پر دور ابتلاء ضرور آتا ہے۔ اور اس میں اللہ تعالیٰ کی زبردست حکمتیں ہوتی ہیں۔ حدیث نبوی میں ہے:۔

عن سعد قال سئل النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ای الناس اشد بلاءً قال الانبیاء ثم الامثل فالامثل یبتلی الرجل علی حسب دینہ فان کان فی

دینہ صلباً اشتد بلاءہ وان کان فی دینہ رقۃ ھون علیہ فمازال کذالک حتی یمشی علی الارض مالہ ذنب۔ رواہ الترمذی و ابن ماجہ والدارمی

(مشکوٰۃ المصابیح صفحہ ۱۳۶)

ترجمہ:۔ حضرت سعدؓ سے روایت ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ سب سے زیادہ سخت ابتلاء کس پر آتا ہے؟ حضورؐ نے فرمایا کہ نبیوں پر۔ ان کے بعد پھر درجہ بدرجہ نیک لوگوں پر۔ ہر انسان پر اس کے دینی مقام کے لحاظ سے ابتلاء آتا ہے۔ اگر وہ شخص اپنے دین میں پختہ ہے۔ تو اس پر سخت ابتلاء آتا ہے۔ اور اگر دین میں کمزور ہے تو اس پر نرم ابتلاء آتا ہے۔ اسی طرح ہوتا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ شخص زمین پر بے گناہ ہو کر چلتا پھرتا ہے۔"

پس ابتلاؤں کا آنا سنت اللہ میں داخل ہے۔ اور اس میں عظیم الشان مصلحتیں ہیں۔ اور ان کے بے شمار فوائد ہیں۔ نیز یہ کہ ابتلاء کم و بیش تمام صلحاء پر آتے ہیں۔

انبیاء اور صلحاء پر بیماریوں کے ابتلاء

انبیاء اور صلحاء پر جہاں دوسرے ابتلاء بیرونی مصیبتوں اور دکھوں کے علاوہ جسمانی بیماریوں اور تکالیف کی صورت میں بھی آتے ہیں۔ بیمار ہونا انبیاء کی شان کے منافی نہیں بلکہ ان کی بشریت کے لئے ایک ضروری لازمہ ہے۔ قرآن مجید میں حضرت ابراہیمؑ کے بیمار ہونے کا ذکر آتا ہے (الصافات ۸۹۔ الشعراء ۸۰)

حضرت ایوب علیہ السلام کی طویل اور تکلیف دہ بیماری

حضرت ایوب علیہ السلام کے متعلق وارد ہوا ہے:۔

اوّل۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وایوب اذ نادی ربہ انی مسنی الضر وانت ارحم الراحمین

(الانبیاء ۸۳)

یعنی حضرت ایوبؑ کو یاد کرو جب اس نے اللہ تعالےٰ سے فریاد کی کہ مجھے دکھ پہنچا ہے اور تو ارحم الراحمین ہے۔

دوسری جگہ فرمایا:۔

واذکر عبدنا ایوب اذ نادی ربہ انی مسنی الشیطان بنصب وعذاب (ص ۴۱)

یعنی حضرت ایوبؑ نے اللہ تعالےٰ سے دعا کی کہ اے خدا! مجھے شیطان دکھ اور عذاب دے رہا ہے تو میری فریاد سن

دوم:۔ ان آیات کی تفسیر میں آ کر مفسرین کے بیانات حسب ذیل ہیں:۔

(الف) امام فخر الدین رازی نقل کرتے ہیں

وحدث تحت اسقام عظیمۃ ومالا آلام شدیدۃ فیہ فمکث فی ذالک البلاء سنین

(تفسیر کبیر للرازی جلد ۶ صفحہ ۲۰۹)

کہ حضرت ایوبؑ کے جسم میں بہت سی بیماریاں پیدا ہو گئیں۔ اور انہیں سخت تکالیف کا سامنا کرنا پڑا۔ اور یہ تکلیف سالہا سال رہی۔

(ب) علامہ آلوسی البغدادی لکھتے ہیں

وروی عن قتادۃ انہ علیہ السلام ابتلی سبع سنین۔

(روح المعانی جلد ۷ صفحہ ۲۶۱)

کہ حضرت قتادہ سے مروی ہے کہ حضرت ایوبؑ اس طرح بیماری میں سات سال تک مبتلاء رہے۔

پھر لکھتے ہیں:۔

عن ابن عباس انہ صار ما بین قدمیہ الی قرنہ قرحۃ واحدۃ۔

(روح المعانی جلد ۷ صفحہ ۲۶۱)

کہ حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ ان کا سارا جسم ایک پھوڑے کی طرح ہو گیا تھا۔

تیسری روایت یوں بیان فرماتے ہیں:۔

وروی انس عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان ایوب بقی فی محنتہ ثمانی عشرۃ سنۃ

(روح المعانی جلد ۷ صفحہ ۲۶۱)

کہ حضرت انسؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے روایت کی ہے کہ حضرت ایوبؑ اپنے امتحان اور تکلیف میں ۱۸ برس تک رہے تھے۔

(ج) الامام السیوطی نے حضرت قتادہ کا قول نقل کیا ہے کہ:۔

ابتلی سبع سنین واشہراً

(الدر المنثور جلد ۵ صفحہ ۳۱۵)

یعنی حضرت ایوبؑ جسمانی بیماری میں سال اور کچھ مہینے بیمار رہے تھے۔

سوم:۔ بائبل میں لکھا ہے کہ:۔

(۱) تلوے سے لے کر چندیا تک اسے جلتے ہوئے پھوڑے ہو گئے"۔

(ایوب ۲/۷)

(۲) میرا بدن کیڑوں اور خاک کے ڈھیلوں سے ملبس ہے۔ میرا چمڑا سمٹ جاتا اور پھر گل جاتا ہے"۔ (ایوب ۷/۵)

حضرت یعقوب علیہ السلام کی لمبی بیماری اور غم کا ذکر

حضرت یعقوب علیہ السلام کے متعلق قرآن مجید میں آیا ہے۔

وتولی عنہم وقال یا اسفیٰ علی یوسف وابیضت عیناہ من الحزن فہو کظیم۔ قالوا تاللہ تفتؤ تذکر یوسف حتی تکون حرضاً او تکون من الہالکین

(یوسف ۸۴۔ ۸۵)

"یعنی وہ اپنے بیٹوں سے پیٹھ پھیر کر کہنے لگے کہ ہائے میرا یوسف! ان کی دونوں آنکھیں غم سے سفید ہو گئیں۔ اور وہ سخت غمگین تھے۔ بیٹوں نے کہا کہ آپ ہمیشہ اسی طرح یوسف کا ذکر کرتے رہیں گے۔ یہاں تک کہ بالکل ناکارہ ہو کر ہلاک ہونے والوں میں سے ہو جائیں گے"۔

ان آیات کی تفسیر میں امام رازی نے ایک قول یہ بھی بیان کیا ہے۔

قال مقاتل لم یبصر بہما ست سنین حتی کشف اللہ تعالےٰ عنہ بقمیص یوسف علیہ السلام

(تفسیر کبیر رازی جلد ۵ صفحہ ۲۳۲)

یعنی مقاتل کہتے تھے۔ کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کی آنکھیں چھ برس تک کام نہ کرتی تھیں۔ یہاں تک کہ حضرت یوسفؑ کی قمیص آنے سے یہ تکلیف دور ہوئی

حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹوں نے انہیں حرضاً ہو جانے کا طعن کیا ہے جس کے معنوں میں امام رازی لکھتے ہیں

"انہ الذی یکون لا کالاحیاء ولا کالاموات"۔

(تفسیر کبیر جلد ۵ صفحہ ۲۲۴)

روایات پر اصولی تبصرہ

ہمارے نزدیک بائیبل اور تفاسیر کی وہ روایات کلیۃً درست نہیں ہیں۔ جن میں حضرت ایوبؑ وغیرہ انبیاء کی بیماریوں کا مبالغہ آمیز ذکر ہے۔ کیونکہ یہ بات عقل اور نصوص قرآنیہ کے خلاف ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ کسی نبی کو ایسی بیماری میں مبتلاء ہونے دے جس سے لوگوں کو طبعاً نفرت پیدا ہو جائے اور وہ اس سے بھاگنے لگیں کیونکہ اس طرح قرآن پر ایمان لانے میں طبعی روک پیدا ہو جاتی ہے۔ اور یہ بات حکمتِ الٰہی کے خلاف ہے۔ مگر یہ بات یقیناً درست ہے کہ بیماری وغیرہ کے لحاظ سے انبیاء، خلفاء اور اولیاء پر بھی لمبے ابتلاء آ سکتے ہیں۔ اور آتے رہے ہیں۔ اور اس بارے میں علماء محققین نے مفصل بحث کرنے کے بعد تسلیم کیا ہے کہ

فاما الفقر والمرض وذھب الاھل فیجوز ان یمتحنہ اللہ تعالےٰ بذالک۔

"یعنی تنگ دستی، بیماری اور رشتہ داروں کی بے التفاتی انبیاء پر آ سکتی ہے۔ اور یہ ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالےٰ بطور امتحان ان کے لئے یہ صورت پیدا کر دے"۔

(روح المعانی جلد ۷ صفحہ ۲۶۲)

انبیاء کی بیماریوں کے متعلق محققین کا موقف

علامہ آلوسی اسی مقام پر زیادہ تفصیلی بحث کو نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

واما الاغماء فقال النووی لاشک فی جوازہ علیہم لانہ مرض بخلاف الجنون فانہ نقص وقید ابو حامد الاغماء بغیر طویل وجزم بہ البلقینی قال السبکی ولیس کاغماء غیرہم لانہ انما یستر حواسہم الظاہرۃ دون قلوبہم لانہا معصومۃ من النوم الاخف قال ویمتنع علیہم الجنون وان قل لانہ نقص ویلحق بہ العمی ولم یعم نبی قط وما ذکر عن شعیب من کونہ ضریراً لم یثبت واما یعقوب فحصلت لہ غشاوۃ وزالت انتہی وفرق بعضہم فی عروض ذالک بین ان یکون بعد التبلیغ وحصول الغرض من النبوۃ فیجوز وبین ان یکون قبل فلا یجوز ولعلک تختار القول بحفظہم مما تعافہ النفوس ویؤدی الی الاستقذار والنفرۃ مطلقاً

(روح المعانی جلد ۷ صفحہ ۲۶۲)

"یعنی بے ہوشی کے متعلق امام نووی کا قول ہے کہ وہ نبیوں پر ہو سکتی ہے۔ کیونکہ یہ بیماری ہے لیکن جنون نہیں۔ کیونکہ وہ خلقی خرابی ہے۔ امام غزالی اور البلقینی کے نزدیک بے ہوشی ہی وہ ہو سکتی ہے جو زیادہ دیر نہ رہے۔ امام سبکی کہتے ہیں کہ صرف ایسی بے ہوشی ہو سکتی ہے جو دوسرے لوگوں کی بے ہوشی کی طرح نہ ہو۔ اور جو صرف ان کے ظاہری حواس کو ڈھانپ سے۔ دل پر اثر نہ کرے۔ کیونکہ وہ تو ہلکی نیند سے بھی پاک ہوتے ہیں۔ پھر فرمایا کہ نبیوں کا مجنون ہو جانا محال ہے کیونکہ یہ خرابی ہے۔ اندھا ہونا بھی اسی میں شامل ہے۔ کوئی نبی کبھی اندھا نہیں ہوا۔ یہ جو روایات میں حضرت شعیبؑ کے اندھے ہونے کا ذکر ہے۔ یہ

منصب نبوت بات ہے۔ حضرت یعقوبؑ کی آنکھوں پر بھی جھلی آگئی تھی جو پھر دور ہو گئی بعض اہل علم نے ان امراض کے بارے میں یہ فرق کیا ہے۔ کہ اگر وہ فریضہ تبلیغ اور مقصد نبوت کے پورا کرنے کے بعد ہوں تو جائز ہیں۔ اس سے پہلے جائز نہیں۔ بہر حال پسندیدہ مسلک یہی ہے۔ کہ اللہ تعالے نبیوں کو ایسی امراض سے ضرور بچاتا ہے جن سے لوگ گھن کریں۔ اور ان کے گندہ ہونے کے باعث ان سے نفرت پیدا ہو جائے۔"

ہم نے یہ تفصیلی بیان اس لئے درج کر دیا ہے تا قارئین کرام اندازہ لگا سکیں کہ اہل علم سلف صالحین کے نزدیک اس بارے میں اعتدال کا کونسا طریق ہے۔ یعنی نہ تو یہ درست ہے کہ نبیوں اور مقدسوں کے بارے میں اندھا دھند اسرائیلیات کو قبول کر کے انہیں قرآن کی تفسیر مان لیا جائے۔ اور نہ یہ صحیح ہے کہ ان بزرگوں کو تمام بشری لوازم اور انسانی حالات سے بھی بالاتر قرار دیا جائے۔ نبی بہر حال بشر رسول ہوتا ہے اور بشریت کے عام لوازم سے بالا نہیں

خلفاء اور اولیاء کا حال

اس جگہ یہ ذکر کرنا بھی مناسب ہے کہ جو حالات نبیوں کے لئے ممکن الوقوع ہیں وہ خلفاء اور اولیاء کے لئے بدرجۂ اولیٰ ممکن الوقوع ہیں بلکہ نبی کا مقام تو چونکہ زیادہ بلند اور بالا ہوتا ہے۔ اولیاء اور خلفاء اس سے بدرجہا کمتر ہوتے ہیں۔ اس لئے عام اولیاء اور خلفاء کے لئے نبیوں کی نسبت بھی زیادہ عوارض اور امراض کا وقوع ممکن ہے

پس جہاں تک بشریت کا تعلق ہے۔ انبیاء اور خلفاء اپنے اپنے اعلیٰ روحانی مقام کے باوجود بشری تقاضوں کے تابع ہوتے ہیں۔ اور عام انسانی بیماریاں انہیں بھی لاحق ہو سکتی ہیں سوائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی نبی یا بزرگ کے متعلق خاص طور پر پیشگوئی کر دی ہے۔ کہ وہ فلاں بیماری سے ضرور محفوظ رہے گا۔

نیکوں پر ابتلاء کا اثر

ابھی تک ہم نے اصولاً اور اجمالاً یہ ثابت کیا ہے کہ نبیوں اور ولیوں پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ابتلاء آتے ہیں اور وہ ابتلاء مخالفین کی طرف سے مشکلات کی صورت میں بھی ہوتے ہیں اور بعض جسمانی بیماریوں وغیرہ کی صورت میں بھی ہوتے ہیں۔ آیئے اب اس امر پر غور کریں کہ ان ابتلاؤں کا نتیجہ اور انجام کیا ہوتا ہے۔ سو یاد رکھنا چاہیئے کہ جہاں تک صلحاء کا تعلق ہے۔ وہ تو اپنے محبوب کی طرف سے آنے والے ابتلاؤں کو بشاشت شرح صدر

اور خندہ پیشانی سے قبول کرتے ہیں۔ بلکہ وہ اس کی راہ میں بار بار شہید ہونے کا شوق رکھتے ہیں۔ جیسا کہ ہمارے سید و مولا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

والذی نفسی بیدہ لوددت
ان اقتل فی سبیل اللہ
ثم احی ثم اقتل ثم
احی ثم اقتل ثم احی
ثم اقتل۔
(مشکوۃ صفحہ ۳۲۹)

کہ میں تو چاہتا ہوں کہ اللہ کی راہ میں مروں اور پھر زندہ کیا جاؤں اور بار بار جام شہادت نوش کروں

آپ کے بروز حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی فرمایا ہے ؎

درکوئے تو اگر سر عشاق را زنند
اول کسیکہ لاف تعشق زند منم

حضرت ایوبؑ کا یہ جواب کتنا پیارا ہے۔ آپ نے اپنی بیوی کی گھبراہٹ پر انہیں فرمایا:۔

ویحك كنا في النعيم
سبعين عاماً فاصبري
حتى نكون في الضر سبعين
عاماً

یعنی ہم نے ستر برس آرام اور سکھ میں گزارے ہیں۔ اتنا تو صبر کرو کہ ہم ستر برس دکھ اور ابتلاء میں بسر کر لیں"۔

عام اہل اللہ کے متعلق بھی یہی بات ہے کہ:۔

"اس لذت کے بعد جو خدا تعالیٰ میں ملتی ہے ایک کیڑے کی طرح کچل کر مر جانا منظور ہوتا ہے اور مومن کو سختی سے سخت تکالیف بھی آسان ہی ہوتی ہیں۔ سچ پوچھو تو مومن کی نشانی یہی ہوتی ہے کہ وہ مقتول ہونے کے لئے تیار رہتا ہے"۔

(ملفوظات حضرت مسیح موعودؑ جلد ۲ صفحہ ۳۰۱)

ابتلا کے موقعہ پر دشمنوں کے اعتراض

صلحاء کے مخالفین صالحین پر آنے والے امراض اور ابتلاؤں پر اپنی نادانی کے باعث ہمیشہ نکتہ چینی کرتے اور اپنے لئے ہلاکت کی راہ پیدا کر لیتے رہے ہیں۔ پہلے زمانوں میں بھی ایسا ہی ہوتا رہا ہے اور آج بھی ایسا ہی ہو رہا ہے۔ حضرت ایوبؑ کے متعلق روایت میں ہے:۔

قالت امراۃ ايوب ادع
الله يشفيك فجعل لا
يدعو حتى مر به نفر
من بني اسرائيل فقال
بعضهم لبعض ما اصابه
ما اصابه الا بذنب
عظيم اصابه فعند
ذلك قال رب اني مسني

الضر وانت ارحم الراحمين
(الدر المنثور جلد ۵ صفحہ ۳۱۶)

یعنی حضرت ایوبؑ کی بیوی انہیں کہتی رہیں کہ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں تا وہ آپ کو شفا بخشے۔ مگر وہ دعا نہ کرتے تھے۔ یہاں تک کہ ایک دن کچھ یہودی ان کے پاس سے گزرے انہوں نے ایک دوسرے کو کہا کہ یہ دکھ جو ایوب کو پہنچا ہے۔ یہ کسی بڑے گناہ کی سزا ہے۔ جب حضرت ایوبؑ نے دعا کی کہ اے میرے رب! مجھے بہت دکھ پہنچا ہے اور تو ارحم الراحمین ہے"۔

انبیاء اور صلحاء اللہ تعالیٰ کے امتحان میں ثابت قدم رہتے ہیں۔ اپنے پیارے کی طرف سے آنے والی تکلیف پر نالاں اور شاکی نہیں ہوتے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں ؎

صادق آں باشد کہ ایام بلا
مے گزارد با محبت با وفا
گر قضا را عاشقے گردد اسیر
بوسد آں زنجیر را کز آشنا

(کتاب البریہ)

مگر بدبخت دشمن اعتراض کرتے رہتے ہیں۔ اور اپنی بد زبانی اور بدگوئی سے اپنی عاقبت برباد کر لیتے ہیں۔

احادیث نبویہ میں بیماریوں پر ثواب کا ذکر

ان صلحاء کا محبوب آقا ان کے صبر و رضا پر خوش ہو کر ان کے اجر میں اضافہ کرتا ہے۔ اور انہیں اپنے قرب میں زیادہ کرتا ہے۔ اس ضمن میں ہم غرض اختصار بطور نمونہ صرف تین احادیث نبویہ درج کرتے ہیں۔

(۱) عن ابي سعيد عن النبي
صلى الله عليه وسلم قال
ما يصيب المسلم من نصب
ولا وصب ولا هم ولا
حزن ولا اذى ولا غم
حتى الشوكة يشاكها
الا كفر الله بها من خطاياه
(البخاری)

یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی مسلمان کو کوئی تکلیف، بیماری، فکر، غم، دکھ یا پریشانی نہیں پہنچتی بلکہ کانٹا بھی نہیں چبھتا۔ مگر اللہ تعالیٰ اس تکلیف کو اس کی خطاؤں کا کفارہ کر دیتا ہے"۔

(۲) عن انس ان رسول الله
صلى الله عليه وسلم قال
اذا ابتلى المسلم ببلاء
في جسده قيل للملك
اكتب له صالح عمله

الذی كان يعمل فان
شفاه غسله وطهره وان
قبضه غفر له ورحمه
(مشکوۃ المصابیح صفحہ ۱۳۶)

یعنی حضرت انس سے مروی ہے کہ رسول پاک صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کسی مسلمان کو جسمانی بیماری میں مبتلا کیا جاتا ہے تو فرشتہ کو حکم ہوتا ہے کہ تندرستی میں یہ شخص جو بہترین اعمال کیا کرتا تھا وہ اس کے نامۂ اعمال میں لکھے جاتے رہیں۔ پھر اگر اللہ تعالیٰ اسے شفا بخشے۔ تو اسے پاک و مطہر کر کے مزید زندگی عطا کرتا ہے۔ اور اگر اس بیماری سے اسے وفات دے دے تو وہ اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور رحمت کو پانے والا ہوتا ہے"۔

(۳) قال رسول الله صلى الله
عليه وسلم ان العبد اذا
سبقت له من الله منزلة
لم يبلغها بعمله ابتلاه
الله في جسده او في ماله
او في ولده ثم صبره على
ذلك حتى يبلغه المنزلة
التي سبقت له من الله رواه
احمد وابو داؤد۔
(مشکوۃ المصابیح صفحہ ۱۳۷)

"یعنی رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ کے ہاں کسی مومن کے لئے اعلیٰ درجہ مقدر ہوتا ہے اور وہ اپنے عمل سے اس درجہ تک نہیں پہونچ سکتا تب اللہ تعالیٰ اُسے جسمانی بیماری و مالی نقصان یا اولاد کی تکلیف کے ابتلاء میں ڈال دیتا ہے اور اس پر اُسے صبر کی توفیق عطا فرماتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ اس طریق سے اعلیٰ درجہ پر اسے پہنچا دیتا ہے"۔

ان اور ایسی دیگر کثیر التعداد احادیث نبویہ سے واضح ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ کے پیارے بندے اس کی وارد کردہ ابتلاؤں پر صبر و شکر کرتے ہیں اسی طرح اللہ تعالیٰ بھی ان تکالیف کے ذریعہ ان کے درجات کو بلند کرتا اور انہیں خاص قرب بخشتا ہے۔ نہ عاشق راہ عشق کی تلخیوں سے گھبراتے ہیں اور نہ ہی محبوب ازلی اپنے محبوں پر مصائب لا کر انہیں تباہ کرنا چاہتا ہے بلکہ یہ صورتیں تو اس راہ کا بہترین زاد ہیں مگر نا اہل اور کوتاہ نظر اس پر اعتراض کرتے ہیں۔

ابتلاء اور عذاب میں فرق

اصل بات یہ ہے کہ معترضین آسمانی رازوں سے نابلد ہوتے ہیں۔ اور انہیں ابتلاء اور عذاب میں فرق معلوم نہیں ہوتا۔ عذاب وہ دکھ ہے جو بطور سزا ہوتا ہے۔ اور اس کا نتیجہ خدا تعالیٰ سے دوری اور اس کا غضب ہوتا ہے۔ نیکیوں سے محرومی اور نیک خیالات سے بے نصیبی ہوتی ہے۔ لیکن ابتلاء ایک محبت بھری آزمائش ہے۔ جو انسان کے

جذبات تقویٰ کو اور بھی شعلہ زن کرتی ہے۔ اور ایسا انسان اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس کے قرب میں اور بھی ترقی کر جاتا ہے۔ اسے مزید نیکیوں کی توفیق ملتی ہے۔ اور اس کے خیالات رشد و صلاحیت کے لحاظ سے اور بھی اجاگر ہو جاتے ہیں۔ غرض عذاب اور ابتلاء میں زمین و آسمان کا فرق ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے غزوہ احزاب کے سلسلہ میں جبکہ چاروں طرف سے کفار کے لشکروں نے مسلمانوں کا احاطہ کر لیا تھا فرماتا ہے:

وما زادھم الا ایمانًا وتسلیمًا (احزاب ۲۲)

"یعنی اس ابتلاء نے مومنوں کو اپنے ایمان اور قلبی انشراح اور اطاعت میں اور بھی زیادہ کر دیا۔"

آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک حدیث سے بھی اس کی وضاحت ہوتی ہے۔ فرماتے ہیں:۔

عن عائشۃ قالت سألت رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم عن الطاعون فاخبرنی انہ عذاب یبعثہ اللہ علی من یشاء وان اللہ جعلہ رحمۃ للمؤمنین لیس من احد یقع الطاعون فیمکث فی بلدہ صابرًا محتسبًا یعلم انہ لا یصیبہ الا ما کتب اللہ لہٗ الا کان لہٗ مثل اجر شھید۔ رواہ البخاری

یعنی حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے طاعون کے بارے میں دریافت کیا۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ ایک عذاب ہے جس پر اللہ تعالیٰ چاہتا ہے اسے نازل کرتا ہے البتہ اللہ تعالیٰ نے سچے مسلمانوں کے لئے اسے رحمت بنایا ہے جو مومن طاعون والے علاقہ سے بھاگنے کی بجائے توکل اور خود حفاظتی اختیار کرتے ہوئے صبر اور طلب ثواب کے لئے اپنے علاقہ میں ہی رہتا ہے اسے ایک شہید کا ثواب ہوگا۔" (مشکوٰۃ ص ۱۳۵)

اس حدیث سے عیاں ہے کہ طاعون ایک صورت میں عذاب ہے جبکہ وہ کسی فرستادہ کے انکار پر بطور سزا اور پیشگوئی کے ظہور کے طور پر ظاہر ہو۔ اور طاعون دوسری صورت میں جبکہ وہ کسی مومن پر بطور قضاء و قدر آئے رحمت اور شہادت ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی فرمایا:۔

الطاعون شھادۃ کل مسلم۔ (مشکوٰۃ ص ۱۳۵)

یعنی طاعون سچے مسلمان کے لئے شہادت ہے۔

مولوی محمد علی صاحب کی گواہی

مندرجہ بالا سطور سے ثابت ہے کہ عذاب اور ابتلاء میں نمایاں فرق ہے۔ اور اسے نظر انداز کر کے اعتراض کرنا اہل باطل کا طریق ہے جس سے ان کی بدبختی پر مہر لگ جاتی ہے۔ ہمارے بیان کردہ فرق کو شائد غیر مبایعین سمجھنے یا ماننے سے انکار کریں۔ اس لئے ہم ذیل میں اس بارے میں ان ہی کے امیر مرحوم جناب مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے کا ایک حوالہ درج کرتے ہیں۔ آیت ولنبلونکم بشیء من الخوف والجوع کی تفسیر میں جناب مولوی صاحب موصوف نے لکھا ہے:

"نیکوں پر جو تکالیف آتی ہیں جنہیں اظہار صبر کی ضرورت پیش آتی ہے انکی حکمت یہاں بیان کی ہے کہ ان کے ساتھ ان کے اندرونی کمالات کو ظاہر کرنا مقصود ہوتا ہے۔ کوئی قوم بڑی نہیں بنتی اور نہ کوئی انسان بڑا بنتا ہے جب تک کہ مصائب کی کٹھالی میں نہ پڑے پس قضا و قدر کے مصائب انسان کو بڑا بنانے کے لئے ہیں نہ عذاب کے طور پر۔ اصطفاء کے رنگ میں نہ ہلاکت کے طور پر۔"

(بیان القرآن جلد اول ص ۱۳۹)

غیر مبایعین کا عام مسلک

۱۹۱۴ء میں غیر مبایعین نے جماعت احمدیہ سے علیحدہ ہو کر لاہور کو اپنا مرکز قرار دے لیا انہوں نے خلافت ثانیہ کا انکار کیا۔ اور جماعت کے شیرازہ کو بکھیرنے کے لئے ہر قسم کی کوشش شروع کر دی چونکہ ان کی تحریک کی بنیادی بغض محمود ایدہ اللہ الودود پر تھی۔ اس لئے گزشتہ ۴۸ سال کی تاریخ پر نظر ڈالنے سے ہر جگہ ان کا معاندانہ رویہ دکھائی دیتا ہے۔ ان کے بعض اکابر خلافت اولیٰ کے زمانہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ کی شان میں بھی نازیبا کلمات کہتے رہے اور اب خلافت ثانیہ میں تو انہوں نے جماعت کی دلآزاری میں کبھی بھی کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ جماعت کے خلاف دوسروں کو ابھارنے میں کبھی کمی نہیں کی جماعت کی مشکلات پر خوشی منانے میں کبھی تامل نہیں کیا۔ یہ ایک دردبھری داستان ہے اور بہت طویل مگر اب جو ہمارے امام ایدہ اللہ تعالیٰ نصف صدی کے مسلسل اور

پُر جوش جہاد کے بعد قضاء و قدر سے بیمار ہوئے اور جماعت پر ایک ابتلاء آیا۔ جیسا کہ کبھی کبھی نبیوں کی جماعتوں پر آیا کرتا ہے تو غیر مبایعین کے گھروں میں گھی کے چراغ جلنے لگے۔ اور ان میں سے ایک طبقہ نے شماتتِ اعداء کے طور پر طنزیہ تحریریں شائع کرنی شروع کر دیں اگر اسلام کے دور اول میں کچھ بدبخت مسلمان کہلانے والوں نے جگر گوشۂ رسول پر تیر برسا کر اس کا خون بہایا تھا تو اس دور ثانی میں احمدی کہلانے والے پیغامی گروہ کے بعض افراد نے بھی بغض و عداوت میں بجھے ہوئے قلمی تیروں سے مسیح محمدی کے لخت جگر اور اس کے محبوں کے سینوں کو چھلنی کرنے کے لئے انتہائی بے دردی سے کام لیا ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح کی بیماری اور اہل پیغام کے اعتراضات

مدیر پیغام صلح نے اس گروہ کی نمائندگی کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:۔

"جناب خلافت مآب ایک خطرناک بیماری میں مبتلا ہو گئے۔ جس نے ان کے ہوش و حواس گم کر کے انہیں ایک زندہ لاش بنا کر رکھ دیا۔ بیماری بھی انہیں وہ لاحق ہوئی۔ جس کو حضرت مسیح موعودؑ نے خبیث مرض قرار دیا ہے (حاشیہ اربعین ۳ ص ۲۴) اور الہام الٰہی میں آپ کو اس قسم کی بیماریوں (اندھا ہونے مفلوج ہونے اور مجذوم ہونے) سے محفوظ رہنے کی اطلاع دی گئی تھی) کیونکہ اس میں شماتتِ اعداء ملحوظ ہوتا ہے (تذکرہ ص ۴۷۵) خود حضرت مسیح موعودؑ نے مباہلہ کے وقت اپنے مخالفین کے مفلوج مجذوم اور مجنون ہونے کی بد دعا بھی کی اور بیماریوں کو دکھ کی مار قرار دیا (انجام آتھم ص ۶۶) اور ڈوئی کا انجام بیان کرتے ہوئے آپ تحریر فرماتے ہیں۔ "اس پر فالج گرا اور ایک تختہ کی طرح چند آدمی اس کو اٹھا کر لے جاتے رہے اور بہت سے غموں کے باعث پاگل ہو گیا اور حواس بجا نہ رہے۔" (تتمہ حقیقۃ الوحی ص ۷۶)

ان بزعم خویش "حقائق" کے ذکر کرنے کے بعد مدیر پیغام صلح پوچھتے ہیں کہ:۔

"کیا یہ بیماری جو خلافت مآب کو دعویٰ مصلح موعود کے بعد تئیس سال کا عرصہ گذرنے سے پہلے ہی لاحق ہو گئی ہے ملحوظ

قسقول کو آیت کے نیچے نہیں آتی؟"

(پیغام صلح یکم نومبر ۱۹۶۱ء)

حضرت مسیح موعودؑ کی بیماری پر مخالفین کا رویہ

ایڈیٹر پیغام صلح کے اس اعتراض کا تجزیہ کرنے اور اس کا جواب دینے سے پہلے ہم ان خدا ترس غیر مبایع دوستوں سے کچھ کہنا چاہتے ہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے واقعی محبت رکھتے ہیں اور جنہیں آپ کی کتابوں کے پڑھنے کا موقعہ ملتا ہے اور وہ معاندین سلسلہ کے انداز اعتراض کو بھی جانتے ہیں۔ وہ خدارا غور فرمائیں کہ ایڈیٹر پیغام صلح کے اس اعتراض اور غیر احمدی معاندین کے اس اعتراض میں کیا فرق ہے جو وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیماریوں کے سلسلہ میں کیا کرتے ہیں اگر کچھ فرق نہیں ہے تو پھر انہیں اپنے مقام کے متعلق بھی سوچنا چاہیئے کہ حضرت محمود ایدہ اللہ بنصرہ کی دشمنی میں وہ کہاں پہنچ رہے ہیں۔ کیا پہلے نبی بیمار نہ ہوتے تھے۔ کیا صلحاء پر انسانی عوارض وارد ہوتے تھے۔ کیا حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر بیماریوں کے دورے نہیں آتے؟ اگر یہ سب کچھ ہوتا ہے اور طبعی بیماریوں کو عذاب الٰہی قرار دے کر جگر پاش کلمات کہنا کبھی بھی خدا ترس لوگوں کا کام نہیں ہوا تو پھر مدیر پیغام کے فوائد سے کیوں منکرین اور معاندین سے مل رہے ہیں۔ میں اس وضاحت کے بعد آگے چلوں گا کہ غیر مبایعین کا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ کی بیماری کے سلسلہ میں بعینہ وہی رویہ ہے جو غیر احمدی معاندین کا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیماری کے سلسلہ میں ہوتا ہے یہ مقام غور ہے۔

حوالہ جات میں خیانت اور غلط بیانی

پہلے ہم مدیر پیغام کے پیش کردہ حوالہ جات پر ایک نظر ڈالتے ہیں۔ اربعین ۳ ص ۲۴ کے حاشیہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الفاظ حسب ذیل ہیں:۔

"ایسا ہی خدا تعالیٰ یہ بھی جانتا تھا کہ اگر کوئی خبیث مرض دامنگیر ہو جائے جیسا کہ جذام اور جنون اور اندھا ہونا اور مرگی۔ تو اس سے یہ لوگ نتیجہ نکالیں گے کہ اس پر غضب الٰہی ہو گیا اس لئے پہلے سے اس نے مجھے براہین احمدیہ میں بشارت دی کہ ہر ایک خبیث عارضہ سے تجھے محفوظ رکھوں گا اور اپنی نعمت تجھ پر پوری کروں گا۔"

اس عبارت میں "فالج" کا خبیث عارضہ قرار دیا جانا تو کجا لفظ فالج تک کا ذکر نہیں گویا ایڈیٹر پیغام صلح نے اعتراض کی ابتداء میں ہی خیانت سے کام لیا ہے۔ اگر اہل پیغام میں ہمت ہے تو اربعین ۳ ص ۲۴ کے حاشیہ میں دکھائیں کہ حضرت اقدس نے فالج کو کہاں خبیث عارضہ لکھا ہے؟ ایڈیٹر پیغام صلح نے دوسرا حوالہ تذکرہ ص ۴۷۵ کا دیا ہے اس میں الہام درج ہے۔ جس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو

بشارت دی گئی ہے کہ آپ اندھے یا مجذوم یا مفلوج نہ ہوں گے۔ اس پر حضور نے فرمایا:-

"خدا تعالیٰ کی حکمت اور مصلحت نہیں چاہتی کہ ان بیماریوں میں سے کوئی بیماری میرے لاحق حال ہو کیونکہ اس میں شماتت اعداء ہے"

اس حوالہ کے لفظ شماتت اعداء کو مدنظر رکھ کر آپ ایڈیٹر پیغام صلح کے اگلے الفاظ کو پڑھیں جو حسب ذیل ہیں:-

"خود حضرت مسیح موعود نے مباہلہ کے وقت اپنے مخالفین کے مفلوج مجذوم اور مجنون ہونے کی بددعا بھی کی اور ان کی بیماریوں کو دکھ کی مار قرار دیا۔ (انجام آتھم صـ۶۱)"

ان دونوں عبارتوں کے پڑھنے سے صاف واضح ہو جاتا ہے کہ مخالفین کے مقابلہ پر اور مباہلہ کے نتیجہ میں کسی شخص یا فریق کا مفلوج وغیرہ ہونا دکھ کی مار قرار پاتا ہے اور ایسی ہی صورت میں دوسرا فریق اس بیماری کو اپنے نشان اور دلیل قرار دے سکتا ہے۔ ورنہ یونہی بغیر مباہلہ اور مقابلہ کے کسی کی بیماری پر خوشی منانا جھوٹی شماتت ہے جس سے آپ اپنا دشمن اور عدو ہونا تو ثابت کر سکتے ہیں۔ مگر اسے خدا کی طرف سے نشان قرار دینے میں آپ ہرگز حق بجانب نہیں ہو سکتے۔

مباہلہ اور ایک سال کی شرط

آگے چلنے سے پہلے ذرا انجام آتھم سے مجوزہ مباہلہ کی مقررہ دعا کے الفاظ پر بھی غور فرمالیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں کہ میں یوں دعا کروں گا کہ:-

"تو ان مخالفوں کو جو اس وقت حاضر ہیں ایک سال کے عرصہ تک نہایت سخت دکھ کی مار میں مبتلا کر۔ کسی کو اندھا کر دے اور کسی کو مجذوم اور کسی کو مفلوج اور کسی کو مجنون اور کسی کو مصروع اور کسی کو سانپ یا سگ دیوانہ کا شکار بنا اور کسی کے مال پر آفت نازل کر اور کسی کی جان پر اور کسی کی عزت پر۔"

اس عبارت میں مباہلہ کی شرط کے ساتھ "ایک سال کے عرصہ تک" کی قید بھی قابل توجہ ہے۔ گویا یہ امراض اور آفات ایک سال کے عرصہ میں ظاہر ہونے پر ہی نشان قرار پائیں گی۔ اور انہیں دکھ کی مار ٹھہرایا جائے گا۔

ڈوئی کی بیماری دعوت مباہلہ اور بددعا کا نتیجہ تھی

آئیے اب ہم ایڈیٹر پیغام صلح کے پیش کردہ چوتھے اور آخری حوالہ یعنی تتمہ حقیقۃ الوحی سے ڈوئی کے متعلق عبارت کا جائزہ لیں۔ سو ہم اعلان کرتے ہیں کہ پیغام صلح کے مندرجہ بالا اعتراض میں نقل کردہ الفاظ موجود تو ہیں مگر اس عبارت کے آگے اور پیچھے واضح کرنے والے حصے عمداً نظر انداز کر دیئے گئے ہیں۔ ایڈیٹر پیغام نے نقل کیا ہے "اس پر فالج گرا" اصل کتاب میں ہے "اور آخر کار اس پر فالج گرا" اس اصل فقرہ کے لفظ "آخر کار" سے ظاہر ہے کہ فالج گرنے سے پہلے ڈوئی کی تباہی، بربادی اور شکست کی ناکامی کا تذکرہ بھی ہے جسے ایڈیٹر پیغام نے اپنی غرض کے لئے حذف کر دیا ہے۔ پھر اقتباس کردہ عبارت کے بعد اگلے صفحہ پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جلی طور پر اعلان فرمایا ہے کہ:-

"اگر میں اس کو مباہلہ کے لئے نہ بلاتا اور اگر میں اس پر بددعا نہ کرتا اور اس کی ہلاکت کی پیشگوئی شائع نہ کرتا تو اس کا مرنا اسلام کی حقیقت کے لئے کوئی دلیل نہ ٹھہرتا۔"
(تتمہ حقیقۃ الوحی صـ۷۷)

اس عبارت کی طرف ایڈیٹر پیغام نے کوئی اشارہ نہیں کیا حالانکہ یہ ضروری حصہ اور لازمی شرط تھی۔ پس ظاہر ہے کہ ڈوئی کی ناکامی تباہی اور اس کا فالج سے ہلاک ہونا اس لئے اسلام کی حقانیت کی دلیل ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اسے مباہلہ کے لئے بلایا، اس پر بددعا کی اور اس کے متعلق پیشگوئی شائع فرمائی۔

غیر مبائعین بتائیں کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ کے مقابلہ پر کونسا مامور ربانی تھا جس نے آپ کو مباہلہ کے لئے بلایا یا آپ پر بددعا کی یا آپ کے خلاف پیشگوئی کی؟ جب کوئی نہیں اور ایسا کبھی نہیں ہوا بلکہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی دعوت مباہلہ پر ابھی غیر مبائعین ہمیشہ گریز کرتے رہے تو یہ کتنی ستم ظریفی ہے کہ ایڈیٹر پیغام یہاں ڈوئی کی مشابہت کا ذکر کر رہے ہیں۔

اس تجزیہ سے قارئین کرام اندازہ کر سکتے ہیں کہ غیر مبائعین کس طرح بات کو قطع و برید کر کے غلط استدلال کرنے کے لئے کوشاں رہتے ہیں۔ بات تو صاف تھی کہ مباہلہ کی صورت یا بددعا کے نتیجہ میں اگر تصریح کردہ بیماریوں کا کوئی مخالف شکار ہو جائے تو یقیناً یہ صورت اہل حق کے لئے محل استدلال ہوتی ہے مگر محض ایک خود تراشیدہ قانون بنانا ہرگز درست نہیں

ڈوئی سے تشبیہ دینا انتہائی دلآزاری

مدیر پیغام نے اپنے کینہ کے اظہار کیلئے ہمارے پیارے امام ایدہ اللہ بنصرہ کو ڈوئی سے تشبیہ دے کر لاکھوں احمدیوں کے دلوں کو شدید مجروح کیا ہے حالانکہ مباہلہ اور بددعا کا شکار ہونے والے ایک منکر اسلام کا حال کجا۔ اور خدا کی راہ میں رات دن خدمت اسلام کرنے والے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دعاؤں سے پروردہ اور آپ کا موعود فرزند کجا

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

علاوہ ازیں یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ کی بیماری کے بارہ میں ڈاکٹروں کی آراء مختلف ہیں۔ بعض کے نزدیک یہ فالج نہیں ہے جو اسے فالج قرار دیتے ہیں انہوں نے بھی اسے ہلکی قسم کا حملہ قرار دیا ہے بے شک حضرت خلیفۃ المسیح بیمار ہیں مگر موٹر میں کرسی پر بیٹھ کر سیر کے لئے تشریف لے جاتے ہیں۔ ضروری ملاقاتیں فرماتے ہیں۔ رپورٹیں سنتے ہیں اور بعض جماعتی فیصلے بھی فرماتے ہیں۔ اور تبلیغ اسلام کے بارے میں ہدایات بھی دیتے ہیں اور جہاں ضروری ہوتا ہے خود دستخط فرماتے ہیں۔ ان حالات میں پیغام صلح کی کینہ توزی قرآنی ارشاد یتربصون بکم الدوائر کی واضح تصدیق ہے ہم اپنے قادر خدا سے دست بدعا ہیں کہ وہ شافی مطلق ہمارے امام ایدہ اللہ بنصرہ کی بیماری کو دور فرمائے تا آپ پھر پہلے کی طرح پوری قوت سے خدمت اسلام کر سکیں۔ لیکن انسان بہرحال انسان ہے۔ خلفاء اور اولیاء تو انبیاء سے بہرحال پیچھے ہیں۔ خدا کا قانون قدرت بیماری وغیرہ کے متعلق انبیاء پر بھی جاری ہوتا رہا ہے تو خلفاء اس سے کیونکر مستثنیٰ ہو سکتے ہیں۔ اہل پیغام کو چاہیئے کہ شریف مخالفوں والا رویہ اختیار کریں اور بلاوجہ دلآزاری کے لئے بات کو بگاڑ کر پیش نہ کریں۔

لوتقول کا معیار انبیاء کیلئے ہے

ایڈیٹر پیغام صلح نے پوچھا ہے کہ آیا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی بیماری آیت لوتقول کے نیچے نہیں آتی؟ ہمارا عرض ہے کہ اول تو سورہ الحاقہ کی آیت ولو تقول علینا بعض الاقاویل کا معیار مسلّمہ طور پر انبیاء، مرسلین اور مامورین کے لئے ہے۔ مامور اصطلاحاً نبی اور رسول کو ہی کہتے ہیں۔ کیونکہ آیت میں تقول کی ضمیر کا اصل مرجع آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اس لئے یہ معیار تو مدعی نبوت کی صداقت کے پرکھنے کے لئے ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی اس معیار کو نبی رسول اور مامور سے مخصوص فرمایا ہے (اربعین نمبر۳ صـ۱۵) بعض مدعیوں کے ذکر پر حضور نے تحریر فرمایا ہے کہ ان کے رسول ہونے کا دعوے ان کے الفاظ میں پیش کرو۔ کیونکہ "ہماری تمام بحث وحی نبوت میں ہے"۔ (تتمہ اربعین صـ۱۱) اور یہ ظاہر و باہر ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ نے کبھی مامور من اللہ اور نبی و رسول ہونے کا دعویٰ نہیں فرمایا اور وہ جماعت احمدیہ آپ کو مامور مانتی ہے۔ آپ نے اپنے غیر مامور ہونے کا بارہا اعلان فرمایا ہے فرماتے ہیں:-

(الف) "کوئی دوسرا شخص کسی غیر مامور کے کشف یا الہام کو ماننے کا مکلف نہیں لیکن بہرحال میرے لئے خدا تعالیٰ نے حقیقت کو کھول دیا ہے۔"
(الفضل یکم فروری ۱۹۴۴ء)

(ب) قادیان میں ایک دوست نے حضور سے سوال کیا کہ:-

"جس شخص کو حضور کے مصلح موعود ہونے کا علم دیدیا جائے اور اس پر حجت تمام کر دی جائے پھر بھی وہ حضور کا انکار کرے تو ہم اسے کیا کہیں گے؟"

حضور نے فرمایا:-

"ہم کچھ بھی نہیں کہیں گے جب اللہ تعالیٰ چاہے گا اسے ہدایت دیدے گا۔ دعوت پر اصرار کرنے منوانا غیر مامور کا کام نہیں ہوتا۔"
(الفضل ۱۲ر جون ۱۹۴۴ء)

پس مدیر پیغام کے پہلے سوال کا پہلا جواب تو یہ ہے کہ اس جگہ معیار لوتقول کا کوئی جوڑ نہیں۔ وہ نبیوں اور ماموروں کے لئے معیار ہے اور حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ کا ایسا کوئی دعویٰ نہیں مصلح موعود مامور یا نبی نہیں ہے

حضرت خلیفۃ المسیح کے الہامات پر چالیس برس گزر چکے ہیں

دوسرا جواب یہ ہے کہ اگر علی سبیل التنزل اس معیار کو محض الہام کے لئے تسلیم کر لیا جائے تو پھر بھی غیر مبائعین کے لئے کوئی محل اعتراض نہیں۔ کیونکہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ کے الہامات پر اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایک زمانہ دراز گزر چکا ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں آپ پر الہام شروع ہوا۔ جس پر نصف صدی سے زیادہ عرصہ گزر چکا ہے۔ پھر یہ سلسلہ جاری رہا۔ غیر مبائعین کو کم از کم حضرت خلیفۃ المسیح کے الہام (۱) انا الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیامۃ جس پر پچاس برس سے بھی زیادہ عرصہ گزر چکا ہے۔ (الفضل ۷ر مارچ ۱۹۴۴ء اور (۲) ولیمزقنہم (ضمیمہ الفضل ۲۵ مارچ ۱۹۱۴ء)

کا تو انکار نہیں ہو سکتا جو خاص ان کے بارے میں ہیں۔ اور جن کی صداقت پر خلافت ثانیہ کے دور کا ہر دن اور ہر رات گواہ ہے۔ اگر مدیر پیغام کو ان کی سچائی میں کوئی شبہ ہو تو اپنے امیر قوم جناب مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے کی ۱۲ صفحے کی خود نوشت "دکھوں کی داستان" والا مطبوعہ ٹریکٹ ملاحظہ فرمائیں

مفتری کی جلد ہلاکت اور تئیس سال کی حد

مدیر پیغام کے اعتراض کا تیسرا جواب یہ ہے کہ تئیس سال کی قید تو آخری حد ہے ورنہ آیت لو تقول علینا تو مکی آیت ہے اور یہ اپنے نزول کے ساتھ ہی معیار صداقت قرار پا چکی تھی۔ اس لحاظ سے عرصہ سات آٹھ سال ہونا چاہئے۔ بلکہ صادق مدعی نبوت کی زندگی اور کامیابی کا ہر مرحلہ اس کی صداقت کی دلیل ہوتا ہے۔ محض سالوں پر کیا انحصار ہے یہی وجہ ہے کہ مفسرین و متکلمین نے جہاں یہ تسلیم کیا ہے کہ اگر کوئی مدعی نبوت تئیس سال کی مہلت پائے جو زمانہ دعوئ نبوی صلے اللہ علیہ وسلم ہے تو وہ ضرور صادق ہے وہاں انہوں نے آیت ولو تقول علینا کی تفسیر میں یہ بھی تحریر کیا ہے کہ کاذب مدعی جلد تباہ و برباد ہوتا ہے چنانچہ ملاحظہ ہو:۔

(۱) امام طبری لکھتے ہیں:۔

وانما نعنی بذلک انہ کان یعاجلہ بالعقوبۃ ولا یؤخرہ۔

یعنی اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ مفتری کو جلد سزا دیتا ہے اور اسے ڈھیل نہیں دیتا۔"

(تفسیر ابن جریر جلد ۲۹ صفحہ ۴۲ مطبوعہ مصر)

(۲) علامہ زمخشری لکھتے ہیں:۔

والمعنی ولو ادعی علینا شیئاً لم نقلہ لقتلناہ صبراً کما یفعلہ الملوک بمن یتکذب علیہم معاجلۃ بالسخط والانتقام"

یعنی مطلب آیت یہ ہے کہ اگر یہ مدعی ہماری طرف ایسی بات منسوب کرتا جو ہم نے اسے نہیں کہی تو اسے باندھ کر جلد ہلاک کر دیتے ہیں جیسا کہ بادشاہ اپنے متعلق جعلسازی کرنے والوں سے کرتے ہیں اور اسی طرح جلد انتقام لے کر سزا دیتے ہیں"

(تفسیر کشاف صفحہ ۱۵۲ مطبوعہ کلکتہ)

(۳) امام ابن کثیر تحریر فرماتے ہیں:۔

"قال شیئاً من عندہ فنسبہ الینا ولیس کذلک لعاجلناہ بالعقوبۃ"

یعنی اگر یہ مدعی اپنے پاس سے بنا کر کوئی بات ہماری طرف منسوب کر دیتا تو ہم اسے جلد سزا دیتے۔

(تفسیر ابن کثیر جلد ۱۰ صفحہ ۸۰ برحاشیہ فتح البیان)

(۴) امام فخرالدین رازی لکھتے ہیں:۔

"ھذا ذکرہ علی سبیل التمثیل بما یفعلہ الملوک بمن یتکذب علیہم فانھم لا یمھلونہ بل یضربون رقبتہ فی الحال"

یعنی اس بیان میں بطور مثال بتایا گیا ہے کہ ہم مفتری کے ساتھ وہی سلوک کریں گے جو بادشاہ جھوٹے عہدہ دار کے ساتھ کرتے ہیں وہ اسے ڈھیل نہیں دیتے بلکہ فی الفور اس کی گردن قطع کرا دیتے ہیں"

(تفسیر کبیر جلد ۸ صفحہ ۲۹۱)

پس ظاہر ہے کہ لو تقول کے معیار کے لئے تئیس سال آخری حد ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی مثال دینے کی غرض سے بیان فرمائی ہے۔ حق طلب انسانوں کے لئے صداقت پرکھنے کے لئے آخر تک انتظار لازمی نہیں بلکہ وہ ہر روز کی الٰہی نصرت کو دیکھ کر جلدی شناخت کر سکتے ہیں۔ اور اہل دل کے لئے تو مامور کی دعوت کا پہلا دن ہی صداقت کا درخشندہ ثبوت ہوتا ہے۔ جیسا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سننے کے ساتھ ہی قبول کر لیا تھا

خلاصہ یہ ہے کہ تئیس سال کی حد آخری ہے اور مدعی نبوت کے لئے ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح کا دعویٰ نبوت کا نہیں ہاں مطلق الہام کے بیان پر چالیس سال سے بھی زیادہ عرصہ گذر چکا ہے۔ پس اعتراض سراسر باطل ہے

حضرت خلیفۃ المسیح کے پر شوکت حلفیہ اعلانات

اگر مدیر پیغام صلح کہیں کہ ہم تو مصلح موعود کے اعلان سے زمانہ شمار کریں گے کیونکہ اس وقت آپ نے حلفیہ مؤکد بعذاب اعلان کیا تھا تو اس اعتراض کے ہماری طرف سے تین جواب ہیں:۔

اوّل:۔ یہ درست ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ نے مصلح موعود کے بارے میں رؤیا دیکھنے کے بعد اعلان فرمایا تھا کہ مجھے خدا تعالےٰ نے بتا دیا ہے کہ میں ہی پیشگوئی مصلح موعود کا مصداق ہوں۔ آپ نے یہ اعلان جنوری ۱۹۴۴ء میں فرمایا تھا۔ جو مؤکد بعذاب حلف کے ساتھ کیا گیا تھا۔ مگر کیا اہل پیغام کو معلوم نہیں کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ اس سے قبل بھی مؤکد بعذاب حلفیہ بیان شائع فرما چکے ہیں۔ مثلاً:۔

(۱) حضور نے ۱۹۲۶ء میں مستریوں کی تردید کرتے ہوئے پُر زور الفاظ میں اعلان فرمایا کہ

"میں اس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اور جس کے ہاتھ میں جزا اور سزا ہے اور ذلت اور عزت ہے کہ میں اس کا مقرر کردہ خلیفہ ہوں اور جو لوگ میرے مقابل پر کھڑے ہیں اور مجھ سے مباہلہ کا مطالبہ کرتے ہیں وہ اس کی مرضی اور اس کے قانون کے خلاف کام کر رہے ہیں۔ اگر میں اس امر میں دھوکے سے کام لیتا ہوں تو اسے خدا تو اپنے نشان کے ساتھ صداقت کا اظہار فرما۔ اب جس شخص کو دعوےٰ ہو کہ وہ اس رنگ میں میرے مقابل پر آنے میں حق بجانب ہے وہ بھی قسم کھائے اللہ تعالےٰ خود فیصلہ کر دے گا۔"

(مکتوب ۱۲ر اکتوبر ۱۹۲۶ء بنام بابو عبدالحمید صاحب شملوی مطبوعہ رسالہ "جواب مباہلہ" صفحہ ۱ مورخہ ۱۰ر جون ۱۹۲۹ء)

(۲) ۱۹۳۶ء میں تحدی سے مؤکد بعذاب اعلان فرمایا کہ:۔

"مجھے بندوں پر یقین نہیں مجھے اپنے خدا پر یقین ہے اس خدا نے اس وقت جبکہ مجھے خلافت کا خیال تک بھی نہیں تھا مجھے خبر دی تھی کہ ان الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الیٰ یوم القیامۃ کہ وہ لوگ جو تیرے متبع ہیں وہ تیرے منکروں پر قیامت تک غالب رہیں گے پس یہ صرف آج کی بات نہیں بلکہ جو شخص میری بیعت کا اقرار کرے گا وہ قیامت تک میرے منکرین پر غالب رہے گا۔ یہ خدا کی پیشگوئی ہے جو پوری ہوئی اور پوری ہوتی رہے گی اگر اس الہام کے سنانے میں میں جھوٹ بولتا ہوں تو خدا کی مجھ پر لعنت"

(الفضل ۲۰ر نومبر ۱۹۳۶ء صفحہ ۵)

(۳) پھر ۱۹۳۶ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ نے نہایت پُر شوکت الفاظ میں مؤکد بعذاب حلفیہ اعلان فرمایا:۔

"میں اس قادر و توانا خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کی جھوٹی قسم کھانا لعنتیوں کا کام ہے کہ میرا عقیدہ ہے کہ باوجود ایک سخت کمزور انسان ہونے کے مجھے خدا تعالیٰ نے ہی خلیفہ بنایا ہے۔ اور میں اسی کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اس نے آج سے ۲۲-۲۳ سال پہلے مجھے رؤیا کے ذریعہ یہ بتا دیا تھا کہ تیرے سامنے ایسی مشکلات پیش آئیں گی کہ بعض دفعہ تیرے دل میں بھی خیال پیدا ہوگا کہ اگر یہ بوجھ علیحدہ ہو سکتا ہو تو اسے علیحدہ کر دیا جائے مگر تو اس بوجھ کو ہٹا نہیں سکے گا اور یہ کام تجھے بہر حال نباہنا پڑے گا۔ اگر میں اس بیان میں جھوٹا ہوں تو اللہ تعالےٰ کی مجھ پر لعنت ہو۔"

(خطبہ جمعہ ۱۳ر نومبر ۱۹۳۶ء مطبوعہ الفضل ۲۰ر نومبر ۱۹۳۶ء)

اے ہمارے بچھڑے ہوئے بھائیو! خدا کا خوف کر کے ان اعلانات کو پڑھو اور دیکھو کہ ہمارا محبوب آقا حضرت محمود ایدہ اللہ بنصرہ کس طرح چالیس پچاس برس سے اللہ تعالےٰ کے کلمات کو حلفیہ اعلانات سے برملا سنا رہا ہے خدا کے لئے سوچو کہ ان الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الیٰ یوم القیامۃ کتنے عرصہ سے اور کس تحدی سے پیش کیا گیا ہے اور کس طرح ہر روز اس کا پُر شوکت ظہور ہو رہا ہے بتاؤ کہ ان حلفیہ اعلانات پر تئیس سال نہیں گذرے؟ اگر تم حلفیہ اعلان پر تئیس سال گذرنے پر بھی کسی برگزیدہ کو سچا مان سکتے ہو تو اب بتاؤ کہ حضرت محمود ایدہ اللہ بنصرہ کے الہامات اور آپ کی خلافت کو ماننے میں تمہیں کیا اعتراض ہے؟ ذرا اللہ تعالےٰ سے ڈر کر جواب دو۔

اس جگہ میرا دل چاہتا ہے کہ میں دردمندانہ طور پر غیر مبائعین سے اپیل کروں کہ وہ یونہی ٹھوکر نہ کھائیں۔ یاد رکھو کہ مصلح موعود والی پیشگوئی میں کچھ ظلمات کا ذکر بھی ہے۔ (اشتہار یکم دسمبر ۱۸۸۸ء) اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی اپنے لخت جگر محمود ایدہ اللہ بنصرہ کے لئے دعا کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ "دور کر اس سے اندھیرا"۔ سو وہ اندھیرا تو دور ہو رہا ہے اور خدا کی باتیں پوری ہو چکی ہیں۔ اور اہل حق کے نزدیک پیشگوئی کی سب علامات روز روشن کی طرح پوری ہو گئی ہیں مگر تم کیوں اپنی ہلاکت کے لئے اندھیرا پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہو؟ کیا پیشگوئیوں میں

کیونکہ اخفاء کا پہلو نہیں ہوا کرتا۔ خدا سے ڈرو! ذرا سوچو اور تنہائی میں غور کرو!!

تعیین مدت کے متعلق حضرت مسیح موعودؑ کی فیصلہ کن تحریر

دوسرے مصلح موعود کے اعلان سے اسی زمانہ کو شمار کرنے کے واسطے ایڈیٹر صاحب پیغام صلح کے لئے ہمارا دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس سلسلہ میں ایک خاص معیار بھی تحریر فرمایا ہے آؤ اس کے رو سے فیصلہ کرتے ہیں۔ حضرت اقدس تحریر فرماتے ہیں:-

"اگر کسی کی آنکھیں ہوں تو اس عاجز پر جو کچھ عنایات اللہ جل شانہٗ کی وارد ہو رہی ہیں وہ سب نشان ہی ہیں دیکھو خدا تعالیٰ قرآن کریم میں صاف فرماتا ہے کہ جو میرے پر افتراء کرے اس سے بڑھ کر کوئی ظالم نہیں اور میں جلد مفتری کو پکڑتا ہوں اور اس کو مہلت نہیں دیتا۔ لیکن اس عاجز کے دعویٰ مجدد اور مثیل مسیح ہونے اور دعویٰ ہمکلام الٰہی ہونے پر اب بفضلہ تعالیٰ گیارھواں برس جاتا ہے کیا یہ نشان نہیں ہے۔ اگر خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ کاروبار نہ ہوتا تو کیونکر عشرہ کاملہ تک جو ایک حصہ عمر کا ہے ٹھہر سکتا تھا؟"

(نشان آسمانی صفحہ ۳۷)

میں کہتا ہوں کہ غیر مبائعین کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ بیان فرمودہ عرصہ مسلّم ہے؟ اور کیا وہ آنکھیں کھول کر دیکھ سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مصلح موعود ایدہ اللہ بنصرہ کو ان کے اپنے مسلمات کے رو سے بھی ابتدائی گیارہ سال کتنے شاندار اور فاتحانہ رفعت کے عطا کئے تھے۔ بہرحال جب جب یہ طے ہو گیا کہ زمانہ کی تعیین آنکھ کی ضروری ہے۔ تو وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریر کے رو سے عشرہ کاملہ یعنی دس برس ہے کیا غیر مبائعین سے امید کی جا سکتی ہے کہ وہ اب اپنے عقیدہ کے مطابق اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریر کی روشنی میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ کے مصلح موعود ہونے پر ایمان لے آئیں گے؟ ھل من مدّکر ۔ فتبیّنوا!

اصل معیار نصرت خداوندی ہے

سوم۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ ہمارے نزدیک فقط زمانہ معیار نہیں ہوا کرتا بلکہ اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت کا مسلسل ہونا اور مشن کی کامیابی معیار ہے۔ یہ حیثیت اس پہلو سے بھی ایڈیٹر پیغام صلح کا اعتراض سراسر باطل ہے جنوری

۱۹۴۴ء میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ نے اعلان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے رؤیا کے ذریعہ سے بتا دیا ہے کہ میں ہی پیشگوئی مصلح موعود کا مصداق ہوں۔ اس اعلان سے جماعت احمدیہ میں ایک برقی رو چل پڑی اور تبلیغی و تربیتی طور پر عظیم الشان ترقی کے دور کا آغاز ہو گیا دوسری طرف مخالفین بالخصوص غیر مبائعین نے بھی مقابلہ کے لئے اپنے تمام ترکش سنبھال لئے اور پورے زور سے مخالفت شروع کر دی۔ ملکی تغیرات کی وجہ سے بھی جماعت کے لئے مشکلات پیدا ہوئیں مگر اللہ تعالیٰ کا کتنا فضل ہے کہ جماعت احمدیہ کی کشتی کا ناخدا اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت سے اسے ہر بھنور سے نکال کر سلامتی کے ساحل پر پہنچانے میں کامیاب ہو گیا۔ ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم

اعلان مصلح موعودؑ کے بعد آسمانی تائیدات

ہم ذیل میں ایک مختصر خاکہ ان آسمانی فتوحات اور الٰہی تائیدات کا درج کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ کے مصلح موعود کے اعلان کے بعد جماعت احمدیہ کو عطا کی ہیں۔ اور حضور ایدہ اللہ بنصرہ کو توفیق بخشی ہے۔

تصنیفات

(الف) مصلح موعود ہونے کے اعلان کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ نے ذیل کی پر معارف اور شاندار تصانیف تالیف فرمائی ہیں:-

(۱) سیر روحانی ۳ مجلدات میں (پہلے سیر روحانی کی صرف ایک تقریر شائع ہوئی تھی۔ مگر بعد میں اللہ تعالیٰ نے تین مجلدات میں حضور کو اس مضمون کے مکمل کرنے کی توفیق عطا فرمائی)
(۲) دیباچہ تفسیر القرآن انگریزی ستمبر ۱۹۴۸ء
(۳) تفسیر کبیر جلد اول (۱۹۴۸ء)
(۴) آخری پارہ کی پہلی جلد (۱۹۴۵ء)
(۵) 〃 دوسری جلد (۱۹۴۶ء)
(۶) 〃 تیسری جلد (۱۹۴۸ء)
(۷) 〃 چوتھی جلد (اکتوبر ۱۹۵۶ء)
(۸) تفسیر کبیر سورۃ مریم تا سورۃ انبیاء (۱۹۵۵ء)
(۹) 〃 سورۃ حج۔ مومنون اور نور (۱۹۵۷ء)
(۱۰) 〃 سورۃ فرقان، سورۃ شعراء (نومبر ۱۹۵۹ء)
(۱۱) 〃 سورۃ قصص، نمل و عنکبوت (نومبر ۱۹۶۰ء)
(۱۲) اسلام اور ملکیت زمین۔
(۱۳) تعلق باللہ
(۱۴) وحی و نبوت کے متعلق اسلامی نظریہ
(۱۵) لیکچر سیالکوٹ بنام پیغام احمدیت
(۱۶) کمیونزم اینڈ ڈیماکریسی کے متعلق چارٹ
(۱۷) اسلام کا آئینی اساسی
(۱۸) نظام آسمانی کی مخالفت اور اس کا پس منظر
(۱۹) خلافت حقّہ اسلامیہ
(۲۰) تفسیر صغیر جو تمام قرآن کے بامحاورہ اردو ترجمہ اور تفسیری نوٹوں پر مشتمل ہے۔

اب اس جلسہ سالانہ پر حضور کی تین اہم تصانیف شائع ہو رہی ہیں انشاء اللہ العزیز۔

(۱) خلافت راشدہ
(۲) اسوۂ حسنہ
(۳) المنظوم

نئے تبلیغی مشن

(ب) ۱۹۴۴ء کے بعد بیرونی ممالک میں اشاعت اسلام کے لئے بائیس ۲۲ نئے ممالک میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ کی زیر قیادت نئے تبلیغی مشن قائم ہوئے تفصیل وار نقشہ ملاحظہ فرمائیں

(۱) سپین ۱۹۴۶ء (۲) ہالینڈ ۱۹۴۷ء (۳) سوئٹزرلینڈ ۱۹۴۸ء، (۴) لبنان ۱۹۴۸ء (۵) مسقط ۱۹۴۸ء (۶) سوڈان ۱۹۴۸ء (۷) حبشہ ۱۹۴۸ء (۸) جرمنی ۱۹۴۹ء (۹) ٹرینیڈاڈ ۱۹۵۰ء (۱۰) بورنیو ۱۹۵۰ء (۱۱) سیلون ۱۹۵۱ء (۱۲) برما ۱۹۵۲ء۔ (۱۳) لائبیریا ۱۹۵۶ء (۱۴) ڈچ گی آنا ۱۹۵۶ء (۱۵) فلپائن ۱۹۵۶ء (۱۶) سکنڈے نیویا ۱۹۵۶ء (۱۷) برٹش گی آنا ۱۹۵۸ء (۱۸) فجی آئی لینڈ ۱۹۶۰ء (۱۹) گیمبیا ۱۹۶۱ء (۲۰) ایوری کوسٹ ۱۹۶۱ء (۲۱) ٹوگولینڈ ۱۹۶۱ء (۲۲) کیپ ٹاؤن ساؤتھ افریقہ ۱۹۶۱ء

اگر اس وقت کے کل مراکز کو شمار کیا جائے جہاں سے بیرونی دنیا میں اسلام کے پھیلانے کے لئے نظام موجود ہے تو ان مراکز کی تعداد چار صد چوالیس ہے۔

قرآن مجید کے تراجم

(ج) المصلح الموعود حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی نگرانی قرآن مجید کے چودہ دوسری زبانوں میں تراجم ہو چکے ہیں جن کے نام یہ ہیں (۱) انگریزی (۲) گورمکھی (۳) جرمن (۴) ڈچ (۵) سواحیلی (۶) ملائی (۷) فینٹی (۸) لوگنڈا (۹) انڈونیشین (۱۰) روسی (۱۱) فرانسیسی (۱۲) اطالوی (۱۳) پرتگالی (۱۴) ہسپانوی کچھ تراجم چھپ کر شائع ہو چکے ہیں اور کچھ عنقریب زیور طباعت سے آراستہ ہو کر موجب ہدایت انام ہوں گے۔

مساجد کی تعمیر

(د) جماعت احمدیہ اپنے واجب الاطاعت اور محبوب امام حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ کی رہنمائی میں اس وقت تک بیرون ہند و پاکستان دو صد اکاسی مساجد تعمیر کرنے کی سعادت حاصل کر چکی ہے جن سے پانچوں وقت خدائے واحد کی کبریائی کا اعلان ہوتا ہے۔ اور سید ولد آدم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا پیغام آواز بلند سنایا جاتا ہے۔ ان مساجد کی تفصیل ملاحظہ فرمائیں:-

انگلستان ۱۔ ماریشس ۱۔ امریکہ ۲ انڈونیشیا ۴۳۔ ملایا ۲۔ غانا ۱۶۲ نائیجیریا ۲۵۔ سیرالیون ۳۵۔ سیلون ۱ بورنیو ۳۔ اسرائیل ۱۔ فری ٹاؤن ۱۔ مشرقی افریقہ ۱۲۔ میزان ۲۸۱۔

بیرونی مدارس اور اخبارات

(ھ) تعلیمی و تربیتی ترقی کے لئے بیرونی ممالک میں جماعت احمدیہ کی طرف سے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ کی زیر نگرانی اکتالیس سکول اور مدارس جاری ہیں۔ جن میں ہزاروں نونہال اسلام کی تعلیم حاصل کر رہے ہیں پھر اسی طرح مختلف بیرونی ممالک میں تیرہ اخبارات و رسائل مختلف زبانوں میں جاری ہیں جن کے ذریعہ دور و نزدیک اسلام کا پیغام پہنچ رہا ہے۔

حضرت محمودؓ کے ایاز دنیا کے کناروں تک

بیرونی ممالک کی تبلیغی مساعی کا اصل اندازہ وہاں جا کر ہی ہوتا ہے حقیقت یہ ہے کہ اسے لفظوں میں بیان کرنا ممکن نہیں یہ سارا کام جو دنیا بھر میں اسلام کی اشاعت کے سلسلے ہو رہا ہے جانتے ہو کون اسے سرانجام دے رہا ہے۔ یہ سب حضرت محمود ایدہ اللہ بنصرہ کے ایاز ہیں۔ آپ کے روحانی فرزند ہیں۔ حضرت المصلح الموعود کے شاگرد اور آپ کے ہاتھ کے لگائے ہوئے پودے ہیں۔ یہ وہ نوجوان ہیں جنہوں نے اپنے روحانی آقا کے اشارہ پر اپنی جوانیاں دین کی خاطر قربان کر دی ہیں۔ جنہوں نے اسلام کے پھیلانے کے لئے وطن سے جدا ہونا اپنے ماں باپ اور دوسرے عزیز رشتہ داروں سے علیحدہ ہونا خندہ پیشانی سے قبول کیا ہے اور سالہا سال دور دراز علاقوں میں فاقوں کی زندگی بسر کرنا بخوشی منظور کیا ہے۔ کیا ان حالات کے جاننے والے حضرت محمود ایدہ اللہ بنصرہ کی قوت قدسیہ کا انکار کر سکتے ہیں

نئے مرکز کی شاندار تعمیر

پھر کیا یہ بات کوئی ڈھکی چھپی بات ہے کہ جب ۱۹۴۷ء میں تقسیم ملک کے وقت قوموں اور جماعتوں پر تباہی آئی ہوئی تھی اور ایک حشر کا عالم بپا تھا تو صرف ایک

حضرت امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ بنصرہ ہی تھے جنہوں نے اپنی جماعت کو عورتوں اور مردوں سمیت با حفاظت اور باعزت طور پر پاکستان پہنچایا۔ اور اللہ تعالیٰ کی توفیق سے جماعت کا دائمی مرکز بھی محفوظ رہا اور وہاں سے بھی تبلیغ کا کام اسی طرح جاری رہا اور پاکستان میں بھی ایک وادی غیر ذی زرع میں رؤیا اور الہامات کے مطابق ایک نیا مضبوط مرکز قائم کر دیا گیا۔ ربوہ میں پندرہ مساجد تعمیر ہو چکی ہیں متعدد سکول بن گئے۔ جامعہ احمدیہ کی دلکش عمارت تیار ہو گئی۔ کالج کھل گئے بیس ہزار کتابوں پر مشتمل لائبریری قائم ہو گئی ریسرچ انسٹی ٹیوٹ بن گیا۔ انصار اللہ۔ لجنہ اماء اللہ۔ خدام الاحمدیہ کے مراکز تعمیر ہو گئے۔ صدر انجمن احمدیہ اور تحریک جدید اور وقف جدید کے عالیشان دفاتر آباد ہو گئے۔ زنانہ و مردانہ دینی و دنیوی تعلیم کے لئے اعلیٰ سے اعلیٰ انتظامات پایۂ تکمیل کو پہنچ گئے عظیم الشان ہسپتال بن گیا۔ دار الضیافت تیار ہو گیا جس میں جلسہ سالانہ اور سال بھر میں مجموعی طور پر لاکھوں آدمیوں کا کھانا تیار ہوتا ہے۔ ریل، تار، ڈاک کا انتظام ہو گیا۔ ٹیلیفون لگ گئے ہیں۔ دنیا بھر کے ممالک سے تشنگان روحانیت اس نئے مرکز میں آنے لگے اور ربوہ ایک روحانی اور علمی مرکز تسلیم کر لیا گیا۔

فسادات کے وقت خدائی تائید کا نظارہ

اس دوران میں جب بعض دشمنان احمدیت نے احمدیت کو مٹانے کیلئے ایک وسیع تحریک جاری کی۔ اور ۱۹۵۲-۵۳ء کے فسادات شروع کرائے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے پاک بندے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ کی زبان سے اعلان کروایا کہ اللہ تعالیٰ میری تائید کے لئے دوڑا آ رہا ہے سب حالات جلد درست ہو جائیں گے۔ چنانچہ چند دنوں کے اندر اندر حالات نے ایسا پلٹا کھایا جو کسی کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا۔ غرض اللہ تعالیٰ نے حضرت المصلح الموعود ایدہ اللہ بنصرہ کے ذریعہ اپنی عجیب در عجیب نصرتوں کا اظہار فرمایا۔ ہم ان آنکھوں کو کیونکر حقیقی بینا کہیں جنہیں اتنے بڑے عظیم نشانات بھی نظر نہیں آتے ان دلوں کو کس طرح بیدار سمجھیں جو اتنے اہم تغیرات کے باوجود بصیرت سے محروم ہیں۔ سچ ہے فانہا لا تعمی الابصار ولکن تعمی القلوب التی فی الصدور۔

جلسہ سالانہ بھی نصرت خداوندی کا ایک نمونہ

غیر مبائعین ذرا اپنے جلسہ سالانہ کا جماعت احمدیہ کے ربوہ کے سالانہ جلسہ سے موازنہ کر کے تو دیکھیں کہ کہاں انسانی خاکوں کی ناکامی نوحہ کر رہی ہے اور کہاں اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت کے شاندار نظارے نظر آتے ہیں قادیان میں ۱۹۱۴ء میں جلسہ سالانہ پر آنے والوں کی تعداد ۲۷۲۵ تھی اور اب ۱۹۶۰ء میں ربوہ اور قادیان میں ۰۰۰‚۷۶ تھی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ نے ۲۷ر دسمبر ۱۹۴۹ء کو جلسہ سالانہ کے موقعہ پر ربوہ میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا تھا:-

"جب میری خلافت کا انکار کیا گیا اور منکرین خلافت قادیان چھوڑ کر لاہور آ گئے تو اس وقت انہوں نے یہ دعویٰ کیا تھا کہ جماعت کا پچانوے فیصدی حصہ ہمارے ساتھ ہے لیکن ایک ماہ کے اندر اندر خدا تعالیٰ کے فضل سے جماعت کا اکثر حصہ میرے ساتھ شامل ہو گیا۔ اس وقت وہ لوگ یہی جواب دیتے تھے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وجہ سے جماعت کو قادیان سے محبت ہے اس لئے یہ نہیں جیتا قادیان جیتی ہے خدا تعالیٰ نے ان کو اس اعتراض کا بھی جواب دینا تھا اب لاہور میں جو ان کا پینتیس سالہ مرکز ہے ان کا بھی جلسہ ہو رہا وہ ذرا ربوہ کے جلسہ کی سی شان تو دکھا دیں۔ اس وادیٔ بے آب و گیاہ میں بھی لوگ جمع ہوتے ہیں یا نہیں ـــ کہاں گئی ان کی وہ دلیل کہ میں قادیان کی وجہ سے جیتا ہوں۔ اگر میں اس وقت میں قادیان کی وجہ سے جیتا تھا تو اب قادیان میرے ہارنے کا موجب بھی ہونا چاہیئے تھا کیونکہ میں قادیان میں نہیں تھا مجھ سے عقیدت رکھنے والے لوگ تو یہ کہہ سکتے تھے کہ میں مصیبت کی وجہ سے یہاں آ گیا ہوں مگر جو مخالف تھے انہیں تو مجھے چھوڑ دینا چاہیئے تھا حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ ایک واقعہ سنایا کرتے تھے وہ فرمایا کرتے کہ ایک عورت بڑی محنتی تھی وہ سوت کاتا کرتی تھی اور جو اجرت ملتی تھی اس سے ایک رقم اکٹھی کر کے اس نے سونے کے کڑے بنوا لئے۔ ایک دفعہ وہ سو رہی تھی کہ ایک چور آیا۔ اور اس نے اسکے کڑے اتارنے کی کوشش کی اس نے پانچ سال کی محنت کے بعد کڑے بنوائے تھے وہ ان کی حفاظت کیلئے کچھ وقت تک چور کا مقابلہ کرتی رہی لیکن آخر چور زبردستی کڑے چھین کر بھاگ گیا۔ اس عورت نے چور کی شکل پہچان لی۔ دیہات میں عورتوں کا یہ طریق ہوتا ہے کہ گھروں سے باہر گلیوں میں چرخہ کاتا کرتی ہیں وہ بھی گلی میں بیٹھی ایک دن چرخہ کات رہی تھی کہ ایک شخص لنگوٹی پہنے گزرا۔ اس عورت نے اسے پہچان لیا کہ یہ وہی شخص ہے جس نے اس کے کڑے چرائے تھے اس نے اسے آواز دی اور کہا ذرا بات تو سن جاؤ۔ وہ شخص گھبرایا اور وہاں سے بھاگا۔ اس عورت نے کہا۔ میں کسی کو بھید نہیں بتاؤں گی۔ صرف میری ایک بات سن لو۔ جب اس نے یہ سمجھا کہ یہ عورت جو کچھ کہہ رہی ہے سنجیدگی سے کہہ رہی ہے تو وہ واپس آیا اور اس نے دریافت کیا کہ کیا بات ہے۔ اس عورت نے کہا دیکھو حلال اور حرام میں کتنا فرق ہوتا ہے مجھے سونے کے کڑے پہننے کا شوق تھا میں نے پانچ سال کی محنت کے بعد کڑے بنوائے مگر وہ تو لے گیا۔ میں نے پھر محنت کی اور کڑے بنوا لئے۔ چنانچہ دیکھ لو میرے پاس اب بھی کڑے موجود ہیں لیکن تیری وہی لنگوٹی کی لنگوٹی ہے۔ میں بھی ان لوگوں کو یہی جواب دیتا ہوں کہ میرے پاس کڑے اب بھی موجود ہیں۔ لیکن تمہاری وہی لنگوٹی کی لنگوٹی ہے۔ بہرحال یہ خدا تعالیٰ کی سکیم تھی اور خدا تعالیٰ یہ بتانا چاہتا تھا کہ قادیان سے باہر رہ کر بھی احمدیت ترقی کر سکتی ہے۔"

جماعت کی مالی قربانیوں پر ایک دشمن سلسلہ کی گواہی

ہم اس جگہ تک پہنچ کر حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ کے زیر قیادت جماعت احمدیہ کی مالی قربانیوں اور سلسلہ کے بجٹ آمد و خرچ کا ذکر کرنے والے تھے کہ ابھی ڈاک میں سلسلہ کے ایک مخالف ہفت روزہ اخبار المنبر لائلپور مورخہ ۲۳ر نومبر ۱۹۶۱ء) کا تازہ نمبر آ گیا۔ اس میں "یہ سوچنے کی باتیں" کے زیر عنوان ایڈیٹر کا جو مقالہ شائع ہوا ہے اس میں سے ذیل کی سطور ما شمولات بہ الا تمنا کے سوا بن غیر مبائعین کے لئے سامان عبرت ہیں۔ ایڈیٹر المنبر لکھتے ہیں:-

(الف) "تحریک جدید نام ہے ایک منظم جدوجہد کا جو آج سے ۲۸ سال پہلے مرزا محمود احمد صاحب نے قادیان سے شروع کی تھی۔ اس تحریک کے پہلے سال پنجاب میں تین اہم مراکز قائم کئے گئے تھے جن میں قادیانی وکلاء۔ ڈاکٹر، علماء، طبیب اور تمام کاروباری حضرات جاتے اور مہینے وقف کر کے مسلمانوں کو قادیانی بنانے کے لئے سر توڑ کوشش کیا کرتے تھے۔ یہ تحریک ابتداً ایک محدود مدت کے لئے شروع ہوئی تھی جب اس کے ۹ یا ۱۰ برس ختم ہو گئے تو مرزا صاحب نے اعلان کر دیا کہ اب یہ تحریک دائمی ہوگی۔ چنانچہ اٹھائیسویں برس کا افتتاح ربوہ میں جماعت انصار کے اجتماع میں کیا گیا ہے اس تحریک کے تحت پاکستان۔ ہندوستان افریقہ اور دوسرے مسلم و غیر مسلم ممالک میں قادیانی مراکز قائم ہیں اور وہ رات دن اس کوشش میں مصروف ہیں کہ عیسائیوں، مسلمانوں اور دوسری اقوام کو قادیانی (یعنی سچے مسلمان۔ ناقل) بنائیں یہ لوگ اسی کام کے لئے زندگیاں وقف کرتے ہیں۔ اپنی اولادیں وقف کرتے ہیں۔ کتابیں چھاپتے ہیں، ٹریکٹ شائع کرتے ہیں جلسے کرتے ہیں۔ قریہ قریہ بستی بستی گھوم پھر کر قادیانیت کی تبلیغ کرتے ہیں۔ ہمیں ذاتی طور پر علم ہے کہ ۱۹۵۳ء میں جب ہائیکورٹ میں پنجاب کے فسادات کی انکوائری ہو رہی تھی تو مسلمان جماعتیں اور افراد قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت ثابت کرنے کیلئے مرزا غلام احمد صاحب کی کتابوں، خلیفہ محمود احمد صاحب کی تحریروں سے قادیانیوں کے غیر مسلم اقلیت ہونے کے ثبوت پیش کر رہے تھے اور ٹھیک انہی دنوں قادیانی جماعت کے ذمہ دار حضرات نے ہائیکورٹ اور انکوائری عدالت کے سربراہ جسٹس محمد منیر صاحب اور اس وقت کے گورنر جنرل مسٹر غلام محمد صاحب مرحوم کی خدمت میں قرآن مجید کا جرمنی یا ڈچ ترجمہ پیش کیا تھا جو اسی زمانہ میں شائع ہوا تھا۔ اور اس بنا پر مسٹر محمد منیر صاحب بار بار مسلمانوں کے نمائندوں سے سوال کیا کرتے تھے کہ آپ لوگوں نے قرآن مجید کے کتنے تراجم غیر ملکی زبانوں میں کئے ہیں اور آپ کا نظم غیر مسلم اقوام کو اسلام سے آشنا کرنے کے لئے کیا کچھ کر رہا ہے؟"

(ب) "کیا اس حقیقت کا انکار ممکن ہے کہ قادیانی جماعت کا بجٹ لاکھوں کا ہوتا ہے اور ابھی آپ نے ملاحظہ کیا کہ ربوہ میں انصار اللہ کے اجتماع میں چند گھنٹوں میں ۱۸۸۱۹ کی خطیر رقم کے وعدے ہوئے ـــ اور یہ ساری رقم صرف ہوگی عیسائیوں اور مسلمانوں کو قادیانی (سچے مسلمان۔ ناقل) بنانے پر۔ اس کے مقابل سوچئے کہ آپ کے ہاں کونسا ایسا نظم قائم ہے جس میں ایک دو لاکھ روپیہ بھی سالانہ تبلیغ اور دعوت اسلام کے لئے اکٹھا ہوتا ہو اور آپ کے مبلغ بھی غیر مسلم ممالک میں جاتے ہوں؟"

(ج) "یہ واضح ہے کہ یہ بجٹ صرف تحریک جدید کا ہے۔ قادیانیوں کی مرکزی جماعت کا بجٹ تقریباً ۲۵ لاکھ روپے کا ہوتا ہے۔"
(المنبر لائلپور ۲۴ نومبر ۱۹۶۱ء)

کیا ہم امید رکھیں کہ غیر مبایعین کم از کم اتنی بصیرت ضرور پیدا کریں گے جتنی بعض سمجھدار غیر احمدی علماء میں بھی ہے تا انہیں نظر آجائے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت المصلح الموعود ایدہ اللہ بنصرہ کے ہاتھوں جماعت احمدیہ کو جو ترقی بخشی ہے یہ اللہ تعالیٰ کی خاص نصرت کا نشان ہے۔ اس سے آپ کی سچائی بھی روز روشن کی طرح ثابت ہے۔ اور دشمنوں کے اعتراضات بھی ھباءً منثوراً ہو جاتے ہیں ؎

مصلح ہیں ملزم خدا کے مت بنو اے منکرو
یہ خدا کا ہے نہ ہے یہ مفتری کا کاروبار
یہ فتوحات نمایاں یہ تواتر سے نشاں
کیا یہ ممکن ہیں بشر سے کیا یہ مکاروں کا کار

جماعت احمدیہ میں نگران بورڈ

غیر مبایعین کو نظر آتا ہے کہ سلسلہ کے سارے کام باحسن وجوہ جاری ہیں بلکہ روز بروز ترقی کر رہے اور جماعت کا قدم ہر روز آگے ہی بڑھ رہا ہے تو وہ حیران ہو کر سوچتے ہیں کہ حضرت امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ بنصرہ کی بیماری کے دوران یہ کیا بات ہو رہی ہے؟ ہم کس بات پر اعتراض کریں؟ آخر سوچتے سوچتے انہیں بورڈ کا مسئلہ سمجھ آگیا۔ انہوں نے جھٹ اعتراض کر دیا کہ جماعت احمدیہ کی مجلس شوریٰ میں نگران بورڈ مقرر کرنے کا فیصلہ بتلاتا ہے کہ اب (نعوذ باللہ) خلیفۃ المسیح معزول ہو چکے ہیں ع

بریں عقل و دانش بباید گریست

مدیر پیغام اور دوسرے بدخواہان سلسلہ احمدیہ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ نگران بورڈ تو جماعت کے بڑھتے ہوئے کام کی نگرانی اور صدر انجمن احمدیہ اور تحریک جدید کے انتظامی امور میں بہتر رابطہ کو بڑھانے کے لئے ہے اور اسی نوعیت کے بورڈ تحقیقاتی کمیشن کے نام سے مجلس شوریٰ کی تجویز پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی قادیان میں بھی مقرر کرتے رہے ہیں اب بھی اس نگران بورڈ کی منظوری مجلس شوریٰ کی تجویز اور درخواست پر خود حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ نے عطا فرمائی ہے اور یہ بورڈ اپنے کام میں عند الضرورت حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ سے بدستور ہدایات حاصل کرتا رہتا ہے جو کچھ یہ درست ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ کی بیماری کے باعث ہر مخلص احمدی یہ چاہتا ہے کہ حضور کو زیادہ سے زیادہ آرام اور پورا سکون ملنا چاہیئے۔ اس لئے آپ پر کام کا بوجھ نہیں ہونا چاہیئے۔ یہی ڈاکٹری مشورہ ہے اس لئے جماعت کے ذمہ دار نمائندے سلسلہ کے کام کو بہتر سے بہتر بنانے کے لئے تدابیر اختیار کرتے ہیں۔ ان میں سے ایک نگران بورڈ کا قیام ہے ایسے امور کو خلافت کے تعطل یا عزل سے تعبیر کرنا اگر اپنی بے خطوطی اور کینہ پروری کا اظہار نہیں تو اور کیا ہے؟

غیر مبایعین کے خواب کبھی شرمندۂ تعبیر نہ ہوں گے

غیر مبایعین آجکل کچھ اسی طرح کے خواب دیکھ رہے ہیں کہ جماعت احمدیہ اپنے محوری نقطہ خلافت سے الگ ہو کر گویا ان کی طرح تتر بتر ہو جائے گی۔ مدیر پیغام صلح نے اپنے افتتاحیہ میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے ان کے یہ خواب آج پہلی مرتبہ انہیں دکھائی نہیں دے رہے بلکہ خلافت ثانیہ کے قریباً نصف صدی کے لمبے عرصہ میں بارہا وہ ایسے شرمندۂ تعبیر نہ ہونے والے خواب دیکھتے رہے ہیں۔ اور پھر ہمیشہ کف افسوس ملتے رہے ہیں۔ ہاں ایسے خوابوں کا ایک اثر ضرور ہو جاتا ہے اور وہ یہ کہ اخبار پیغام صلح جسے حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ "پیغام جنگ" قرار دیا کرتے تھے کے مقالات میں خاصی درشتی پیدا ہو جاتی ہے۔ اور غیر مبایع اصحاب کی زبانیں عام طور پر ترانی بیان سلطان کم بالسنتہم حدادٍ کا نظارہ پیش کرنے لگ جاتی ہیں ۔ ۱۹۲۴ء میں جب حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ کانفرنس مذاہب لندن میں شمولیت کے لئے تشریف لے گئے تھے۔ تب بھی اسی قسم کا سودا ان خام غیر مبایعین کے سروں پر سوار ہوا تھا حضور نے سفر سے ہی انہیں نظم میں یوں خطاب فرمایا تھا ؎

حق تعالیٰ کی حفاظت میں ہوں میں یاد رہے
وہ بچائے گا مجھے سارے خطا گروں سے
میری غیبت میں لگاؤ جو لگانا ہے زور
تیر بھی پھینکو کرو حملے بھی شمشیروں سے
پھر لو جتنی جماعت ہے مری بیعت میں
باندھ لو سارے کو تم مکر کی زنجیروں سے
پھر بھی مغلوب رہو گے میرے تا یوم البعث
ہے یہ تقدیر خداوند کی تقدیروں سے
ماننے والے مرے بڑھ کے رہیں گے تم سے
یہ تعادہ ہے نہ بدلے گی جو تدبیروں سے

(الفضل ۲۰ ستمبر ۱۹۲۴ء)

آج کل بھی غیر مبایعین پھر اسی خام خیالی میں مبتلا ہیں۔ ان کا گمان ہے کہ جماعت احمدیہ اپنے اس خلیفہ سے برگشتہ ہو جائیگی جس نے اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت کے شیرازہ بندی کی جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے غیر معمولی اور بے نظیر نشانات ظاہر ہوئے جس کی قوت قدسیہ سے جماعت کے افراد میں ایک روحانی زندگی اور خدا میں قربانی و ایثار کا غیر معمولی جذبہ پیدا ہوا ہے مگر غیر مبایعین کا یہ گمان باطل ہے اور ان کی یہ تمنائیں محض سراب ثابت ہوں گی۔ جماعت احمدیہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایک مضبوط چٹان کی طرح قائم ہے اور الٰہی تائید و نصرت ہر آن اس کے شامل حال ہے۔ غلبہ اہل حق کو ہی ہو گا اور باطل کے حامی ناکام رہیں گے یہ ایک دورِ ابتلاء ہے جو انشاء اللہ گذر جائے گا۔ اور اس کے بہترین ثمرات سے جماعت متمتع ہو گی اور الٰہی نوشتے پورے ہوں گے۔ غیر مبایعین کے حصے میں حسرت و نامرادی کے سوا کچھ نہ ہو گا ؎

جیتیں گے صادق آخر حق کا مزہ یہی ہے

بارگاہِ رب العزت میں عاجزانہ دعا

بالآخر ہم اپنے ارحم الراحمین اور سچے وعدوں والے خدا کے آستانہ پر سربسجود ہیں کہ وہ اپنے فضل سے جماعت احمدیہ کی ترقی کے زیادہ سے زیادہ اور جلد سے جلد سامان پیدا فرمائے۔ ہمارے پیارے امام ہمام ایدہ اللہ بنصرہ کو کامل شفا بخشے اور ہمیشہ آپ کی غیر معمولی تائید و نصرت فرمائے اور ہم سب افراد جماعت کو، خواہ مرد ہوں خواہ عورتیں، جوان ہوں یا بڑھے یا بچے، سب کو اپنی حفاظت میں رکھے اور روحانی زندگی عطا فرمائے اور خدمت دین کی بہترین اور مقبول توفیق عطا فرمائے آمین یا رب العالمین

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاکیزہ دعائیہ کلمات کا اندراج یہاں پر بابرکت ہے۔ حضور بارگاہ رب العزت میں عرض کرتے ہیں ؎

یہ تینوں جو پسر ہیں تجھ سے ہی یہ ثمر ہیں
یہ میرے بار و بر ہیں تیرے غلام در ہیں
تو سچے وعدوں والا منکر کہاں کدھر ہیں
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

لخت جگر ہے میرا محمود بندہ تیرا
دے اس کو عمر و دولت کر دور ہر اندھیرا
دن ہوں مراد والے پُر نور ہو سویرا
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

خدایا تیرے فضلوں کو کروں یاد
بشارت تو نے دی اور پھر یہ اولاد
کہا ہرگز نہیں ہوں گے یہ برباد
بڑھیں گے جیسے باغوں میں ہوں شمشاد
خبر مجھ کو یہ تو نے بارہا دی
فسبحان الذی اخزی الاعادی

واٰخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العالمین۔

خاکسار خادم
ابو العطاء جالندھری
۳۰/۱۱/۶۱

(بقیہ تقریر صفحہ اوّل)

دی گئی ہے کہ
وان من امۃ الا خلا فیھا
نذیر۔ اور ولکل قوم
ھاد۔

شری گورو نانک جی مہاراج نے تو ایک ایسی سادھ سنگت کی بنیاد رکھی جس میں بنی نوع انسان سے گھرنا اور نفرت کرنے کی کوئی کوئی گنجائش ہی نہیں۔ شری گورو گرنتھ صاحب کے یہ شبد سنہری حروف سے لکھے جانے کے قابل ہیں:۔

دسر گئی سب تات پرائی
جب تے سادھ سنگت موہ پائی۔ آلاخر

درحقیقت شری گورو نانک جی مہاراج کا پیغام یہی تھا کہ ہم اپنی زندگیوں کو عملی جامہ پہنانے کی کوشش کریں۔ ایک ہندو حقیقی رنگ میں ہندو اور سکھ حقیقی معنوں میں سکھ اور مسلمان حقیقی رنگ میں مسلمان بن جائے۔

آپ جی نے مسلمانوں کو بڑے سندر اور پریم بھرے الفاظ سے یاد فرمایا۔ اور حقیقی مسلمان بننے کی نصیحت فرمائی ہے۔
آپ فرماتے ہیں:۔

مسلمان کہاون مسکل
جا ہوئے تا مسلمان کہاوے۔ آلاخر

شری گورو نانک جی جہاں پر ہندو بزرگوں کو ستکار اور پیار کی نگاہ سے دیکھتے تھے وہاں پر آپ کے دل میں مسلمان بزرگوں کے لئے عزت اور احترام بھی موجود تھا۔ آپ کی ملاقات جب فرید ثانی سے ہوئی تو آپ جی نے ان کے گلے میں اپنے بازو ڈال کر انہیں سینے سے لگا لیا اور پریم بھرے شبدوں میں کہا:
آؤ سجن لگ گل ملو
انک سہیلڑیاں۔ آلاخر

کرم گیانی جی نے اپنی تقریر میں کہا شری گورو نانک جی مہاراج نے:۔

ایکس پتا ایکس کے ہم بارک

کا پیغام دیکر بھی یہ نصیحت کی ہے کہ اگر ہم خدا کی خوشنودی، رضا اور اسکے قرب کو حاصل کرنا چاہتے ہیں تو ہم سبکو بھائیوں کی طرح محبت پیار سے رہنا ہوگا جیسے خدا جو ہمارا پرم پتا پرماتما ہے ہمیں اکٹھے ہم نامی ہو سکتا ہے۔

آج سکھ اتہاس میں ہندو بزرگوں اور ستکار یوگ گورو صاحبان کے ساتھ شیخ فرید، میاں میر، سید بدھو شاہ، بھیکھن شاہ، رائے بلار، غنی خان، نبی خان وغیرہ مسلمانوں کو بھی احترام اور عزت کا مقام ملا ہے۔
ضرورت ہے کہ آج ہم سب شری گورو نانک دیو جی مہاراج کے پیغام کو عملی جامہ پہنانے کی کوشش کریں۔